جون ۲۰۲۱ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ

حیاتِ نو

دہلی

گوشۂ مرحومین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Anjuman Talaba-e-Qadeem Jamiatul Falah

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

Ref No. ....   Date 15-05-2021

محترم فلاحی برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے بخیر وعافیت ہوں گے۔

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان "حیاتِ نو" آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اس کا معیار بلند کرنے، تسلسل کے ساتھ اس کی اشاعت ممکن بنانے اور اسے خودکفیل بنانے کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

۱۔ اللہ کا شکر ہے کہ فلاحی برادران میں اچھے قلم کاروں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ حیاتِ نو کو مسلسل ان کا قلمی تعاون حاصل رہا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی وہ اسی طرح اپنے تعاون سے نوازتے رہیں گے۔ چونکہ حیاتِ نو تمام فلاحی برادران کا ترجمان ہے، اس لیے وہ ساتھی جو اپنے خیالات کو تحریری شکل دینا چاہتے ہیں، حیاتِ نو ان کی تخلیقات کا منتظر ہے۔ آپ اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر حیاتِ نو کے ای میل (jareedahayatenau@gmail.com) پر ارسال کریں۔ ان شاء اللہ آپ کی تحریروں کو حسبِ ضرورت نوک پلک درست کرکے شاملِ اشاعت کیا جائے گا۔

۲۔ حیاتِ نو شدید خسارے میں چل رہا ہے۔ آپ خود بھی سالانہ خریدار بنیں اور دیگر فلاحی برادران اور اپنے حلقۂ احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔ ہر فلاحی تک حیاتِ نو کو پہنچانا ہمارا ہدف ہے۔ فلاحی برادران کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے۔ اگر ہر فلاحی حیاتِ نو کا خریدار بن جائے تو رسالہ خسارے سے نکل کر منافع بخش ہو جائے گا۔ حیاتِ نو کو ڈاک کے نظام کے تحت لانے کی کوشش جاری ہے۔ ان شاء اللہ آپ کو مسلسل اور وقت پر رسالہ موصول ہوتا رہے گا۔

۳۔ انجمن کا اپنا بینک اکاؤنٹ اب تک نہیں کھل سکا ہے، کوشش جاری ہے۔ فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ انجمن کے کاموں کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اس میں اپنا زرِتعاون ارسال کرکے مینیجر حیاتِ نو حافظ عطاء الرحمٰن کو واٹس اپ (9695398575) کے ذریعے مطلع کر دیں۔ ان شاء اللہ بذریعہ واٹس اپ رسید آپ کو بھیج دی جائے گی۔ (زرِتعاون: فی شمارہ: ۳۰ روپے، سالانہ: ۳۰۰ روپے، لائف ممبرشپ: ۵۰۰۰ روپے)

امید ہے ان گزارشات پر توجہ دیں گے۔ آپ کے نیک مشوروں اور حسنِ تعاون کا انتظار اور استقبال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

والسلام

عبید اللہ طاہر فلاحی

(سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح)

Account Holder: Obaidullah Tahir
Account Number: 50100419576986
IFSC Code: HDFC0003729
Branch: Shahabuddinpur
HDFC Bank

Anjuman Talba-e-Qadeem
Jamiat-ul-Falah
Bilariyaganj, Azamgarh

Bilariyaganj, Azamgarh, U.P. 276121
atq.jamiatulfalah@gmail.com | www.atqjamiatulfalah.org

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو دہلی

مدیر مسئول : سید راشد حامدی | مدیر اعزازی : ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

مدیر معاون : محمد اسعد فلاحی | منیجر: عطاء الرحمٰن

جلد۔۶ ، شمارہ ۔ ۶ | جون ۲۰۲۱ء | شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ

ادارتی امور کے لیے رابطہ کریں: 9927206518،8287025094 | انتظامی امور کے لیے رابطہ کریں: 9695398575

ای میل:jareedahayatenau@gmail.com

فی شمارہ	:	اندرون ملک	۳۰/روپے
		بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
خصوصی شمارہ	:		۱۰۰ روپے
سالانہ زر تعاون	:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
		بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبر شپ	:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
		بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

مجلس ادارت

۱۔ مولانا ظفر احمد اثری فلاحی، لندن
۲۔ ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی، علی گڑھ
۳۔ مولانا انعام اللہ فلاحی، دہلی
۴۔ مولانا عبد البر اثری فلاحی، ممبئی
۵۔ مولانا انیس احمد فلاحی مدنی، جامعۃ الفلاح
۶۔ امتیاز وحید فلاحی، کولکاتا
۷۔ محمد انس فلاحی مدنی، ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی

ہمارے نمائندے

۱۔ رضوان احمد فلاحی، لندن
۲۔ موسیٰ کلیم فلاحی، متحدہ عرب امارات
۳۔ حسن حبیب فلاحی، نیپال
۴۔ فیاض احمد فلاحی، قطر
۵۔ محمد سموئیل فلاحی، کویت
۶۔ ڈاکٹر انعام اللہ فلاحی، سعودی عرب
۷۔ ذو القرنین حیدر فلاحی، ملیشیا

★ رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگوانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

★ مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025.
Printed at: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

ادار یہ	ضیاءالدین ملک فلاحی	۴
قرآنیات		
اردو تراجم قرآن پر ایک نظر[۴۰]	محی الدین غازی	۱۲
فکر و نظر		
قرآن کریم۔ عقل اور تہذیب کا محور	ذکی کرمانی	۲۳
سیر و سوانح		
حضرت عیسیٰؑ۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں	رضوان الحق فلاحی	۲۸
یادِ رفتگاں		
وہ میرے، ہم زلف بھی تھے اور شاگرد بھی	محمد طاہر مدنی	۴۳
ڈاکٹر فرید احمد فلاحی علیگ	اشہد رفیق ندوی	۴۸
آہ نعمان بھائی!	محمد ادریس	۵۲
نرم دم گفتگو	نعمان بدر فلاحی	۵۸
پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ		۶۲
پیارے ابو کی یاد میں!	خنساء فہد	۷۶
طبِّ یونانی		
شحم کبدی (Fatty liver)	شاہد بدر فلاحی	۸۰
بزم ادب		
اور کتنی سسکیاں گونجتی رہیں گی	فرحین اسرار	۸۷
جامعہ کے لیل و نہار	مصباح الباری فلاحی	۹۰
اخبارِ انجمن	عبیداللہ طاہر فلاحی	۹۱

مقالہ نگاران

۱- ڈاکٹر محی الدین غازی، سکریٹری شعبۂ تصنیفی اکیڈمی جماعت اسلامی ہند

۲- ڈاکٹر ذکی کرمانی، سابق سکریٹری مسلم ایسوسی ایشن فار دی ایڈوانسمینٹ آف سائنس

۳- ڈاکٹر رضوان الحق فلاحی، اسسٹنٹ ٹیچر، گورکھپور

۴- مولانا محمد طاہر مدنی، ناظم جامعۃ الفلاح

۵- مولانا اشہد رفیق ندوی، سکریٹری ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

۶- پروفیسر محمد ادریس، سابق ڈین فیکلٹی آف انجینئرنگ، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

۷- جناب نعمان بدر فلاحی، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۸- ڈاکٹر زہیر احمد فلاحی، گیسٹ فیکلٹی شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

۹- محترمہ خنساء فہد، طالب علم بی ٹیک الیکٹرانکس اینڈ کمیونکیشن انجینئرنگ، جامعہ ملیہ اسلامیہ

۱۰- حکیم شاہد بدر فلاحی، البدر یونانی شفاخانہ، کربلا میدان بدرقہ، اعظم گڑھ

۱۱- محترمہ فرحین اسرار، جیراج پور اعظم گڑھ

۱۲- مولانا مصباح الباری فلاحی، استاد جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ

۱۳- مولانا عبید اللہ طاہر فلاحی، استاد جامعۃ الفلاح، سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

۱۴- ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی، مدیر حیات نو، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو علی گڑھ

اداریہ

کووڈ ۱۹۔ایک عالمی وبا: صحت ومرض اوراسلامی تعلیمات

(۲۶رمئی ۲۰۲۱ء کو جماعت اسلامی مغربی اتر پردیش کے ایک آن لائن پروگرام میں اس موضوع پر ایک گفتگو کی گئی تھی، جس میں اس وبا کے تعلق سے امیر حلقہ جناب احمد عزیز کی صدارت میں ریاستی سطح کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ملک معتصم خان، سکریٹری مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی نے زادِراہ پیش کیا تھا۔اس تذکیری گفتگو کو بعد میں حذف واضافہ اورحوالوں کے ساتھ قابلِ استفادہ بنایا ہے، جسے افادۂ عام کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ضیاءالدین فلاحی)

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقھو قولی!

حضرات وخواتین!

کوروناوائرس آج کی سائنسی تحقیقات سےایک بیماری ثابت ہوچکی ہے،جس نے پورے عالم میں ایک وبا کی شکل اختیار کرلی ہے۔کسی مرض کو وبا اس وقت کہا جاتا ہے جس کا علاج ومعالجہ انسانی تدابیر سے باہر ہوجائے اورجس کی تشخیص مشکل سے مشکل بنتی چلی جائے۔ہمارا آج کا مشاہدہ ہے کہ یہ وباانسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کی بالکل مختلف اوراپنے بدترین اثرات کے اعتبار سے ناقابلِ تسخیر ہوچکی ہے۔وبائی امراض نے آج تک نہ جغرافیائی اعتبار سے اتنے وسیع وعریض خطے کومتاثر کیا تھااورنہ اس کی تاثیر کی مدت اتنی طویل تر ہوئی تھی۔ سائنس دانوں کا ایک ٹولہ اسے انسانی ہاتھوں کی کمائی قرار دے رہا ہے، جب کہ دوسرے گروہ کے مطابق یہ وائرس انسانی اورحیوانی نظام جسم میں تعامل کا نتیجہ قرار پایا ہے۔چنانچہ مؤخرالذکر گروپ کہتا ہے کہ مثلاً چمگادڑ اور چیونٹی خور جیسے جانوروں کا وائرس انجانے میں انسانی جسم کے اندر داخل ہونے سے یہ وائرس پیدا ہوگیا ہے۔[1] بہرحال سائنس دانوں کی کوئی تھیوری شاید آئندہ بھی پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے۔جدید سائنس کی خوبی کہیں یا کم زوری کہ وہ مسائل ومظاہر کوقوانینِ فطرت کے ذریعہ ثابت ومؤکد کرتی ہے۔یعنی مشاہدہ، تجربہ اور تجزیہ کواپنا اصل سرمایہ سمجھتی ہے۔ جب کہ اسلام قوانین فطرت کے ساتھ قانون مکافات یا قانون اخلاق کوبھی مسائل ومظاہر کوحل کرنے میں معاون ذریعہ کےطور پر استعمال کرتا ہے۔اس ضمن میں تین قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ (شوریٰ:۳۰)

’’تم لوگوں پر جوبھی مصیبت آتی ہے،تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے اور بہت

سے قصوروں سے وہ ایسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔''

وَاتَّقُوا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً وَاعۡلَمُوۡا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (الانفال:۲۵)

''اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی، جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔''

ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِي النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُم بَعۡضَ الَّذِيۡ عَمِلُوا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ (الروم:۴۱)

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کی اپنی کمائی سے تاکہ مزہ چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں۔''

مذکورہ تینوں آیات میں صرف تیسری آیت کو بعض مفسرین نے ایران وروم کی کشاکش کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فساد فی الارض کا سبب نزول بتایا ہے، جس کا عمومی پیغام بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ باقی دونوں آیات کا عمومی خطاب انسانوں کو قانونِ مکافات یا قانون اخلاق کی تلقین کرتا ہے۔ پہلی آیت میں واضح کیا گیا کہ دنیاوی آفات ومصائب انسانوں کے اعمالِ بد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انسان اگر اپنی حیوانیت اور بہیمیت سے باز آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے گلے لگانے اور معاف کرنے کو تیار ہے۔ دوسری آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ جو فتنہ وفساد رونما ہوتا ہے، اس میں صرف ظالم ہی گرفتار نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی ہوتا ہے جو اس سوسائٹی میں رہنا گوارا کرتا ہے۔ گویا ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے کی کوشش نہیں کرتا ہے اور مصالحت اور سمجھوتا کرنے ہی میں عافیت سمجھتا ہے۔ دونوں گروہوں کو آخرت میں عذابِ شدید کی تنبیہ کر کے ضابطۂ اخلاق واضح کیا گیا۔ تیسری آیت میں صاف صاف کہا گیا کہ خشکی اور تری کے فسادات انسانوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور قانونِ اخلاق یہ بتایا گیا ہے کہ انھیں ان کے کرتوتوں کی سزا مل کر رہے گی اور انجام بد سے دوچار کیا جائے گا۔ گویا تینوں آیات میں قانون اخلاق یہ دیا گیا کہ آفت ومصیبت کو پیدا کرنا، پروان چڑھانا اور ان کی سرپرستی کرنا ایک سنگین جرم ہے۔ اس سے پوری نوعِ انسانی متاثر ہوتی ہے۔ اس سے باز رہنا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اس کے مضر اثرات سے انسانوں کو دوچار کرتا رہتا ہے، تاکہ وہ اسلامی تعلیمات اور اشاراتِ الٰہی پر غور وتدبر کر سکیں۔

اسلامی تعلیمات

صحت ومرض کے تعلق سے اسلام نے واضح تعلیمات دی ہیں۔ مثلاً اسلام صحت وتندرستی کو ہزار نعمت قرار دیتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ 'صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو'۔ وہ حفظانِ صحت کی ہر ممکن تدبیر

اختیار کرتا ہے۔انسانی صحت کے تحفظ کو عقل اور فطرت کا تقاضا قرار دیتا ہے۔اسلام نے اصولِ صحت کے لیے سب سے بنیادی شرط پا کی وصفائی کی بتائی ہے،جس کا تصور تک دیگر مذاہب میں نہیں پایا جاتا۔

دوسری چیز جس کی تلقین اسلام کرتا ہے،حلال وحرام اور خبیث وطیب کے درمیان تمیز ہے۔چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ حرام اشیاء انسانی جسم کی روح اور اخلاق کو تباہ کرتی ہیں۔انہی میں شراب،سور کا گوشت اور دیگر مسکرات ومنشیات آتی ہیں۔ان کا تعلق محض دین واخلاق سے ہی نہیں ہے بلکہ صحت کے پہلو سے بھی ان کی اہمیت مسلم ہے۔تیسری جانب اسلام بیماری اور صحت کی خرابی میں علاج ومعالجہ کی ہدایت کرتا ہے۔وہ مستند اطباء سے رجوع کرنے کی تلقین کرتا ہے۔اس میں ذرہ برابر غفلت نہیں کرتا۔وہ متعدی اور غیر متعدی (Pandamic & non-pandamic) کا قائل ہے اور دونوں کے لیے احتیاط وتدابیر کی الگ الگ نشان دہی کرتا ہے۔اس کے نزدیک علاج ومعالجہ روحانیت کے خلاف عمل نہیں ہے بلکہ وہ اسے خوفِ خدا کا عین تقاضا قرار دیتا ہے۔اسلام،زندگی سے گھبرا کر یا مایوس ہو کر خودکشی یا قطع حیات کا مخالف ہے۔وہ مریض کے ساتھ ہمدردی،عیادت اور اس کے انتقال کے بعد اس کی تجہیز وتکفین کو شرافت وانسانیت تصور کرتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:المُومِنُ القویُّ خیر من المومنِ الضَّعیف۔دوسری جگہ فرمایا: المُومِن القویّ خیر و اَحبُّ الیٰ مِن المومن الضعیف فِی کلّ خیر۔(گوان میں سے ہر ایک میں خیر ہے۔)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں اس وبا کے دور میں اپنے اندر قوّتِ دفاع(Immunity Power) کو مضبوط کرنا چاہیے اور اطباء کے تجویز کردہ طریقوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ماسک،سماجی فاصلہ،ہاتھوں کی صابن سے دھلائی اور ویکسین لگوانا چاہیے۔اپنے آپ کو صاف،سادہ اور فطری غذا و ماحول کا خوگر بنانا چاہیے۔سبزی،پھل اور جڑی بوٹیوں میں جو وٹامنز اور فوائد پوشیدہ ہیں ان سے استفادہ کرنا چاہیے اور دوسری جانب قوت ارادی(Will Power) کو مضبوط اور مستحکم کرتے رہنا چاہیے۔افواہوں اور سازشی نظریات سے دور رہ کر عملی اقدامات میں اپنے کو لگانا چاہیے۔موت اور زندگی کے اسلامی تصور کو ہر وقت نگاہ کے سامنے رکھنا چاہیے۔اپنے نیک اعمال کا ابدی صلہ حاصل کرنے کی تمنا اور آرزو کو دلوں میں پروان چڑھانا چاہیے تاکہ موت کا خوف ختم ہو سکے اور رویتِ باری کی تمنا دلوں میں انگڑائیاں لے سکے۔

اسلامی تعلیمات میں احتیاطی تدابیر اور حلال وحرام اشیاء کو بطور دوا وعلاج استعمال کرنے پر بہت تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔کورونا وائرس کا متعدی (Pandamic) ہونا عملی طور پر ثابت ہو چکا ہے،جس کا مشاہدہ عالمی سطح پر اور خود اپنے ملک بھارت میں ہم سب کر رہے ہیں۔احتیاط و پرہیز کو حفظانِ صحت میں کلیدی اہمیت حاصل ہے۔چنانچہ اسلام مریض سے ہمدردی اور احترام کے جذبے کے ساتھ خود مریض کی عدمِ احتیاط کو سنگین جرم

بھی قرار دیتا ہے اور بداحتیاطی اور اپنی جان کے ساتھ دوسری جان کے درپے آزاد ہونے پر سخت تنقید کرتا ہے۔ بعض حضرات نے سورۃ المائدۃ، آیت ۳۲ کی رو سے ایسے بداحتیاط اور ڈھیٹ مریضوں کو دوسرے کا قاتل بھی قرار دیا ہے۔

آپؐ نے امراض کے تعلق سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا: مَا نَزَل اللّٰہ داءً اِلا نَزَل لـہ شفاءً ۔ (اللہ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لیے شفاء بھی اتاری ہے۔) ایک دوسری جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: لِکُلِّ داءٍ دَوَاء ۔ (ہر بیماری کی دوا ہے۔) ابن قیمؒ (۱۳۵۰ء۔۱۲۹۲ء) فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد میں مریض اور طبیب دونوں کی تسلی اور تقویت کا سامان موجود ہے۔ امام نوویؒ (۱۲۷۷ء۔۱۲۳۳ء) کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ دوا کرنا مستحسن اور مستحب ہے۔ حلال اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے کے تعلق سے جہاں واضح رہ نمائی ملتی ہے، وہیں حالتِ اضطرار میں محرمات کو بطور دوا استعمال کرنے پر بھی نصوص میں صراحت کی گئی ہے۔ مثلاً آپؐ نے ایک صحابی کو شراب اور دیگر مسکرات کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انّه لیس دواء و لکنّه داء۔ (وہ دوا نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک بیماری ہے۔)[۳]

حالتِ اضطرار اور محرمات سے علاج

اسلامی تعلیمات کی آفاقیت کی ایک دلیل ہر زمانہ اور ہر مکان کے لیے اس کی مفید و مثبت رہ نمائی ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں درج ذیل آیات کے ذریعہ رہ نمائی ملتی ہے:

۱۔ قُل لَّآ أَجِدُ فِیۡ مَا أُوۡحِیَ إِلَیَّ مُحَرَّماً عَلَی طَاعِمٍ یَطۡعَمُهُ إِلاَّ أَن یَکُونَ مَیۡتَةً أَوۡ دَماً مَّسۡفُوحاً أَوۡ لَحۡمَ خِنزِیۡرٍ فَإِنَّهُ رِجۡسٌ أَوۡ فِسۡقاً أُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّکَ غَفُورٌ رَّحِیۡم (الانعام:۱۴۵)

’’اے نبی ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو اور یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے۔ یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہے۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے وہ حدِّ ضرورت سے تجاوز کرے تو تمہارا رب درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔‘‘

۲۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَةَ وَالۡدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخَنزِیۡرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِیۡم (النحل:۱۵۵)

’’اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ

کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ بھوک سے مجبور اور بے قرار ہوکر اگر کوئی ان چیزوں کو کھالے، بغیر اس کے کہ وہ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کا خواہش مند ہو، یا حدِّ ضرورت سے تجاوز کا مرتکب ہوتو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔''

۳۔حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِالأَزْلاَمِ ....فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (المائدۃ:۳)

''تم پر حرام کیا گیا، مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے کہ جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کرلیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو...... البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہوکر ان میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

مذکورہ تینوں آیات میں معانی کی یکسانیت کے ساتھ ساتھ الفاظ وتراکیب کی بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اعجازِ قرآن کا یہ پہلو محرمات کو حالتِ اضطرار میں استعمال کی حکمت واجازت کو واضح کرتا ہے۔ تینوں آیات میں 'غفور ورحیم' کی یکساں تکرار بتا رہی ہے کہ بندۂ مومن جو محرمات کے استعمال پر مجبور ہوگیا ہے، اس کے ایمان وعمل میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ اجازت اس ہستی کی طرف سے عطا کی جارہی ہے جو عالم الغیب ہے، مغفرت پر قادر ہے اور ہر صورت میں اس کے رحم وکرم کا سائبان بندے کو اپنے ہالے میں لیے ہوئے ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک انسان کی جان بڑی گراں قدر ہے۔ اس کو بچانے کے لیے اس نے اضطرار میں محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ علاج ومعالجہ بھی اسی مقصد سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مباحات وحلال اشیاء سے یہ مقصد پورا نہ ہوتو محرمات سے فائدہ اٹھانے کی اجازت خود قرآن نے مذکورہ آیات میں دی ہے۔ دوسری طرف احادیث میں علاج کے لیے اونٹ کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کرنے کا حوالہ ملتا ہے۔ شراب کے استعمال پر فقہاء نے بحثیں کی ہیں۔ خمر اور دیگر مسکرات کے تعلق سے بھی فقہاء نے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے۔ مولانا سید جلال الدین عمری اس بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''محرمات سے بطور دوا فائدہ اٹھانے کا مسئلہ بڑا ہی اہم اور نازک ہے۔ کیوں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے انسان اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز کر بیٹھے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ دو باتوں کا خیال رکھا جائے: اول آدمی کسی بھی حرام چیز کو استعمال کرنے سے پہلے دیانت داری کے ساتھ اور اچھی طرح تحقیق کرلے کہ مباحات میں اس کا کوئی بدل (Substitute) ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ اس معاملے میں صرف ان ڈاکٹروں اور حکیموں پر اعتماد کیا جائے جو اپنے فن میں ماہر ہوں۔''۴

متعدی امراض کے متعلق آپؐ نے ارشاد فرمایا: لایُوَرِّدَنَّ ممرض عَلٰی مُصَحٍّ ۔یعنی جن کے اونٹ بیمار ہوں، وہ ان کو پانی پلانے کے لیے اس گھاٹ پر ہرگز نہ لے جائیں جہاں کسی کے تندرست اونٹ پانی پیتے ہوں۔۵

احادیث میں جذام (Leprosy) کے مریض سے فاصلہ (Social distance) بنانے کی تاکید ملتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: فِرَّ مِن المَجذُوم کَمَا تَفِرُّ مِنَ الأسد ۔ (جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔)۶

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: انا باَ یعناکَ فَارْجِعْ۔ (ہم نے تم سے بیعت کرلی، تم واپس چلے جاؤ۔) اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلۂ ثقیف کے ایک جذامی کو آپؐ نے خطاب کیا اور اس کی جانب سے ایک دوسرے شخص کے ذریعہ بیعت مکمل کی اور اسے فوراً رخصت ہونے کا حکم دیا۔ اس ضمن میں یہ حدیث بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپؐ نے فرمایا: لَا تُدِیْمُو الی المجذومین ۔ (جذامیوں کو مستقل نہ دیکھتے رہو۔) ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: واذا کلمتمو هم فلیکن بینکم وبینهم قَدْرُ رمحٍ۔ (جب تم ان سے بات کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔)

موذی امراض میں طاعون کا ذکر احادیث وسیرت کی کتابوں میں بکثرت آیا ہے، جس سے عہدِ صحابہ گزر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا مکالمہ اور عمل اس ضمن میں ہماری رہ نمائی کرتے ہیں۔ آپؐ نے طاعون زدہ مقامات کی زیارت کرنے سے منع فرمایا: واذا سمعتم بالطاعون بأرضٍ فلا تدخلوها واذا وقع بأرضٍ وا نتم بها فلا تخرجوا مِنھَا ۔ (جب تمھیں معلوم ہو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جہاں تم ہو اور وہاں اگر طاعون پھیل جائے تو اسے چھوڑ کر مت بھاگو۔) اس ضمن میں بعض دیگر تفصیلات بھی ملتی ہیں۔

مذکورہ حدیث میں فاصلہ قائم کرنے کی بات اس لیے کہی گئی ہے کیوں کہ جذام میں ایک قسم کی بدبو آتی ہے

اور وہی اس کے پھیلنے کا سبب بھی بنتی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحیح اور تندرست انسان کو جذامیوں سے احتیاط برتنی چاہیے اور خود جذامیوں کو بھی بھرے مجمعوں، بازاروں اور پبلک مقامات سے دور رہنا چاہیے۔ ۷

معروف تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ (جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) کی موت طاعون کے مرض سے ہوئی۔حضرت عمرؓ، خلیفۂ ثانی نے انھیں بہ اصرار کہا کہ اس طاعون زدہ بستی سے نکل جائیں، لیکن انھوں نے حضرت عمرؓ کو رسول اکرم ﷺ کا مذکورہ فرمان سنایا، وہاں سے نہیں ٹلے اور اسی بستی میں رہ کر آخری سانس لی۔ بلاشبہ فرمانِ رسولؐ کے مطابق وہ مقام شہادت پر فائز ہوئے۔آپؓ نے امت کو متعدی مرض کا ایک نبوی احتیاطی سبق دے کر قابلِ تقلید تاریخ رقم کر دی۔

صحت ومرض کے تعلق سے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ آفات کی آمد مختلف شکلوں، مختلف زمانوں اور مکانوں میں انسانوں کی آزمائش کے لیے من جانب اللہ ہوتی رہتی ہے۔ان حالات میں بعض کرنے کے یہ کام ہوسکتے ہیں:

● کووڈ-۱۹ کی وجہ سے نظام عالم میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔تعلیم، معیشت، صحت اور سیاست کے ایوان میں انحطاط و زوال آچکا ہے، جس کی خبریں آئے دن آرہی ہیں۔ایسے میں اسلام کے جاں بازوں کو قناعت، مشقت، صبر اور ہمت کے ساتھ چیلنجز کا مقابلہ کرنا چاہیے اور مثبت فکر وعمل سے حالات پر قابو پانے کی جدوجہد کرنا چاہیے۔

● سازشی افکار وخیالات کے گارے سے تعمیر کیے جانے والے مستقبل سے اپنے حواس کو بچانے کی ضرورت ہے۔وسوسوں اور افواہوں سے متاثر ہونے کے بجائے تعمیری سوچ اور منصوبہ بند کردار پیش کیا جائے۔جو لوگ ڈپریشن کا شکار ہو چکے ہیں، کونسلنگ کے ذریعہ ان کے اوسان بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جو لوگ اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں ان کے خاندانوں کو ہر طرح کا تعاون پہنچانے میں مسابقت کی جائے۔

● بلا لحاظ مذہب وقوم مریضوں کو دوا علاج فراہم کرنے کی تگ ودو کرنا چاہیے۔الحمدللہ ملک گیر سطح پر اور ریاستی سطح پر جماعت اسلامی ہند نے ایس آئی کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر خدمتِ خلق کا تاریخ ساز ریکارڈ قائم کیا ہے۔جس کی نیشنل چینلز نے تعریف وتحسین کی ہے اور سوشل میڈیا پر دھوم مچ گئی ہے۔تھکے بغیر مزید خدمات کرنے کی ضرورت ہے، حقیقت یہ ہے کہ خدمتِ خلق سے دشمن بھی موم ہو جاتا ہے۔

● امت مسلمہ کی بڑی عظیم ہستیاں اللہ کے پاس ابدی انعام حاصل کرنے جا چکی ہیں۔ملک عزیز کے ان قیمتی لعل وگہر کے رخصت ہونے کے بعد قحط الرجال کی فضا قائم ہو چکی ہے۔ایسے میں ہماری ذمہ داری

ہے کہ امت کے مرحوم قائدین کے خلا کو پُر کرنے کی فکر کریں۔ امت کے یہ ڈھال، ہمیشہ مسلم دشمن طاقتوں کا ہر سطح پر نہ صرف مقابلہ کرتے تھے بلکہ تعلیم، سیاست اور معیشت کے میدانوں میں امت مسلمہ کو زندگی جینے کا گر بھی سکھاتے تھے۔ کووڈ کی وجہ سے ہم سے جدا ہونے والوں کی ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین

● اور آخری بات یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی، توبہ وانابت اور رجوع الی اللہ کی طرف اپنے نفس کو ہم مائل کریں۔ نفس امارہ کو حالات کی سنگینی اور بے چینی کے ذریعے قابو کیا جاسکتا ہے۔ کووڈ-۱۹ کی وجہ سے عالمی سطح پر انسانی نفوس آیاتِ الٰہی پر غور وفکر کے عادی بنے ہیں اور پیغاماتِ الٰہی کی معرفت کا رجحان بھی عام ہوا ہے۔ درحقیقت یہ وقت احتساب ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے شاعر نے کہا تھا:

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

حواشی ومراجع

۱۔ اس ضمن میں پروفیسر سید احمد مسعود سابق ڈین لائف سائنس فیکلٹی، مسلم یونی ورسٹی نے ایک خطبہ اسی عنوان سے تیار کیا ہے، رجوع کریں: ماہانہ تہذیب الاخلاق، ۳۹، ۱۱/نومبر ۲۰۲۰ء، ص ۴۶-۴۷

۲۔ مولانا سید جلال الدین عمری حفظہ اللہ کی کتاب 'صحت ومرض اور اسلامی تعلیمات' مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، نومبر ۲۰۱۵ء، میں اس سلسلے میں فقہاء کرام کی آراء کو یکجا کیا گیا ہے۔ راقم نے اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔ دیکھیں صفحات: ۲۶ تا ۲۳۳

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الشربہ، باب تحریم التداویٔ بالخمر

۴۔ مولانا سید جلال الدین عمری، صحت ومرض اور اسلامی تعلیمات، محولہ بالا، ص ۲۴۸

۵۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الاہامۃ، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لاعدوی ولا طیرہ

۶۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الجذام

۷۔ مولانا سید جلال الدین عمری، صحت ومرض اور اسلامی تعلیمات، محولہ بالا، ص ۲۴۶۔ نیز مذکورہ احادیث کے حوالے بھی کتاب مذکور میں دیکھیں، ص ۴۵-۲۴۶

ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی
۴/مئی ۲۰۲۱ء/ ۲۲/شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر [۴۰]

(مولانا محمد امانت اللہ اصلاحیؒ کے افادات کی روشنی میں)

ڈاکٹر محی الدین غازی

('اردو تراجمِ قرآن پر ایک نظر' دراصل ایک تقابلی مطالعہ ہے، جو بھارت کے معروف اردو مترجمین کے درمیان متعدد اچھوتے نکات اپنے اندر رکھتا ہے۔ مولانا اختر احسن اصلاحی کے شاگرد رشید مولانا امانت اللہ اصلاحی (م ۱۹/ مارچ ۲۰۱۹ء) کے قرآنی افادات کو ڈاکٹر محی الدین غازی نے نہایت سلیقے سے جمع کیا ہے۔ گزشتہ دنوں میں اس کی انتالیس (۳۹) قسطیں حیات نو میں شائع ہوچکی ہیں۔ آخری قسط جولائی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ مذکورہ تمام قسطیں ماہ نامہ الشریعہ (پاکستان) میں بھی شائع ہوچکی ہیں۔ ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس، نئی دہلی نے ۲۰۱۹ء میں رہنمائے ترجمۂ قرآن (مولانا امانت اللہ اصلاحی کے افادات کی روشنی میں) کا حصۂ اول طبع کر کے ایک اہم علمی اضافہ کیا ہے۔ اس علمی سلسلے کو حیاتِ نو میں از سر نو شروع کرتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ باقی ماندہ غیر مطبوعہ قرآنی سلسلے کا خیر مقدم کریں اور طالبانِ قرآن اپنے لیے علمی اضافوں کا سامان کریں۔ ضیاء الدین ملک فلاحی)

(۱۶۲) یعظکم بہ کا اسلوب

یہ جملہ ملتے جلتے اسلوب اور سیاق کلام میں دو مرتبہ آیا ہے، دونوں مرتبہ اللہ کی نصیحت ہے، اور نصیحت کے اختتام پر اس جملے کا تذکرہ ہے، ایک جگہ صرف **یعظکم به** ہے، اور دوسری جگہ **ان الله نعما یعظکم به** ہے۔

درج ذیل آیت میں صرف **یعظکم به** ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ. (البقرة:۲۳۱)

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے عام طور سے مترجمین نے **یعظکم به** کو صفت یا علت مان کر ترجمہ کیا ہے اور **به** میں ضمیر کا مرجع وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ یعنی کتاب اور حکمت کو بنایا ہے۔

''اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے یاد کرو اور جو کچھ کتاب وحکمت اس نے نازل فرمائی ہے جس سے تمہیں نصیحت کر رہا ہے، اسے بھی''۔(محمد جوناگڑھی)

''اور خدا نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے ان کو یاد کرو''۔(فتح محمد جالندھری)

مذکورہ بالا ترجموں میں **یعظکم بہ** کو صفت بنایا گیا ہے۔

''اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو''۔(احمد رضا خان)

''اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد رکھو اور اس کتاب وحکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہاری نصیحت کے لیے اتاری''۔(امین احسن اصلاحی، یہاں علیم کا ترجمہ نہیں ہوا ہے)

مذکورہ بالا ترجموں میں **یعظکم بہ** کو علت بنایا گیا ہے۔

''بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کس نعمت عظمیٰ سے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اُس نے تم پر نازل کی ہے، اس کا احترام ملحوظ رکھو''۔(سید مودودی)

اس ترجمے میں بھی زبان کے اسلوب کی رو سے تکلف پایا جاتا ہے۔

مولانا امانت اللہ اصلاحی کے نزدیک یہ ایک مستقل جملہ ہے، اور بہ میں ضمیر کا مرجع گذشتہ نصیحت ہے یعنی وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ۔ گویا پہلے ایک نصیحت کی اور پھر کہا: وہ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ترجمہ ہوگا:

> ''اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد رکھو اور اس کتاب وحکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہارے لیے اتاری، وہ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے۔''

اس اسلوب کی دوسری آیت سے بھی اس ترجمے کی تائید ہوتی ہے:

> **إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ. (النساء:۵۸)**

''مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے''۔(سید مودودی)

اول الذکر آیت کی طرح یہاں بھی پہلے نصیحتیں کیں، اور اس کے بعد کہا اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔ ذیل کی آیت میں ''بہ'' کے بغیر **یعظکم** بالکل اسی اسلوب میں ہے، یعنی نصیحتوں کا بیان ہے، اس کے

بعد یعظکم وہ تمہیں اس کی نصیحتیں کرتا ہے۔

إِنَّ اللّـهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاء ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُون (سورۃ النحل:۹۰)

لفظ وعظ کے اس استعمال کی قرآن مجید میں اور کئی نظیریں ہیں۔سورہ مجادلہ کے آغاز میں ظہار کے احکام سنانے کے بعد فرمایا **ذلکم توعظون به** "تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے" قرآن مجید میں دو مقامات پر **ذلک یوعظ به** ''اس کی نصیحت کی جاتی ہے'' اسی انداز سے کچھ احکام دینے کے بعد آیا ہے۔

(۱۶۳) ولا تعثوا فی الأرض مفسدین

تعثوا باب رَضِيَ سے ہے، اس کا مطلب ہے بہت زیادہ فساد برپا کرنا، امام زمخشری لکھتے ہیں:

والعثي: أشدّ الفساد، فقيل لهم: لا تتمادوا فی الفساد فی حال فسادكم لأنهم كانوا متمادين فيه.

تراجم پر نظر ڈالیں تو بہت سے مترجمین 'پھرو' کا اضافہ کرتے ہیں، یہ اضافہ غیر ضروری ہے، اسی طرح صاحب تدبر نے 'بڑھو' 'ابھرو' اور 'و' جیسے اضافے کیے ہیں، وہ سب بھی لفظ کے مدلول پر غیر ضروری اضافہ ہیں۔

آیت کے اس ٹکڑے کا ترجمہ کرتے ہوئے ایسی تعبیر تلاش کرنا چاہیے جس سے زیادہ فساد کرنے کا مفہوم پیدا ہو جائے جیسے: ''اور زمین میں فساد نہ مچاؤ'' اس جملے میں فساد نہ کرو سے زیادہ زور ہے۔

اس گفتگو کی روشنی میں درج ذیل ترجمے دیکھیں:

(۱) وَلاَ تَعْثَوْاْ فِيْ الأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. (البقرۃ:۶۰)

''اور نہ بڑھو زمین میں فساد مچانے والے بن کر''۔(امین احسن اصلاحی)

''اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو''۔(سید مودودی)

''اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو''۔(احمد رضا خان)

''اور زمین میں فساد نہ مچاؤ''۔(امانت اللہ اصلاحی)

(۲) وَلاَ تَعْثَوْاْ فِيْ الأَرْضِ مُفْسِدِيْن. (الأعراف:۷۴)

''اور ملک میں اودھم مچاتے نہ پھرو''۔(امین احسن اصلاحی)

''اور زمین میں فساد برپا نہ کرو''۔(سید مودودی)

''اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو''۔(احمد رضا خان)
''اور زمین میں فساد نہ مچاؤ''۔(امانت اللہ اصلاحی)

(۳) وَلاَ تَعْثَوْاْ فِیْ الأَرْضِ مُفْسِدِیْن . (ہود:۸۵)

''اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ ابھرو''۔(امین احسن اصلاحی)
''اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو''۔(سید مودودی)
''اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ''۔(محمد جونا گڑھی)

(۴) وَلَا تَعْثَوْا فِیْ الْأَرْضِ مُفْسِدِیْن. (الشعراء:۱۸۳)

''اور زمین میں مفسد بن کر نہ پھیلو''۔(امین احسن اصلاحی)
''زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو''۔(سید مودودی)
''اور زمین میں فساد نہ مچاؤ''۔(امانت اللہ اصلاحی)

(۵) وَلَا تَعْثَوْا فِیْ الْأَرْضِ مُفْسِدِیْن. (العنکبوت:۳۶)

''اور زمین میں فساد مچانے والے بن کر نہ بڑھو''۔(امین احسن اصلاحی)
''اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو''۔(محمد جونا گڑھی)
''اور ملک میں فساد نہ مچاؤ''۔(فتح محمد جالندھری)

(۱۶۴) لمعزولون کا ترجمہ

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ. (الشعراء:۲۱۲)

''وہ سن گن لینے سے معزول کیے جا چکے ہیں''۔(امین احسن اصلاحی)
''وہ تو اس (وحی) کے سننے سے بھی معزول کیے جا چکے ہیں''۔(محمد حسین نجفی)

مذکورہ بالا دونوں ترجموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ پہلے سنتے تھے، اور اب وہ معزول کردیے گئے ہیں، جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے وہ سن گن لینے سے معزول ہی ہیں۔ درست ترجمہ ہوگا:''وہ سن گن لینے سے معزول ہیں۔''(امانت اللہ اصلاحی)

(۱۶۵) جواب اُمر پر عطف یا مستقل جملہ؟

درج ذیل دونوں آیتوں پر غور کریں:

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ.
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ. (التوبۃ:۱۴۔۱۵)

قاتلوھم کے بعد جواب امر ہے،اوراس کے بعد چار جملے ہیں جو جواب امر پر معطوف ہیں،ان کی ہیئت ان کی اعرابی حالت پر واضح دلالت کررہی ہے۔ان پانچ جملوں کے بعد ایک اور جملہ آتا ہے،''ویتوب اللہ علی من یشاء ''،اس کے ساتھ بھی واؤ لگا ہوا ہے،لیکن اس کی ہیئت ایسی نہیں ہے کہ اسے جواب امر مانا جائے۔ یہاں یتوب فعل مضارع اصلی ہے۔جواب اُمر ہوتا تو یتب ہوتا،مزید برآں اس جملے میں اللہ کے نام کا ذکر ہے،اس سے پہلے چار جملوں میں ضمیر کا استعمال ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک مستقل جملہ ہے،اس لیے اس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے کہ یہ مستقل جملہ معلوم ہو۔ چونکہ یہ مستقل جملہ ہے اس لئے اس کے فعل مضارع کا ترجمہ بنا قرینے کے مستقبل والا کرنا مناسب نہیں ہے۔ جملے کی ہیئت اور معنی کی وسعت دونوں کا تقاضا ہے کہ یتوب کا ترجمہ''مہربانی کرے گا'' کے بجائے''مہربانی کرتا ہے'' کیا جائے۔ جب فعل اپنی اصلی حالت میں ہے اور تمام زمانوں کا احاطہ کررہا ہے تو اسے صرف مستقبل میں محدود کیوں کیا جائے؟

نیچے چھ ترجمے ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے پہلے تینوں میں یہ غلطی موجود ہے،اور بعد کے تین ترجمے اس غلطی سے خالی ہیں۔

''ان سے لڑو،اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل وخوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے قلوب کی جلن مٹا دے گا،اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا''۔(سید مودودی)

''ان سے (خوب) لڑو۔ خدا ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا''۔(فتح محمد جالندھری)

''ان سے لڑو،اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ ان کو تمھارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے (ایسے) مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کرے گا اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالی توجہ بھی فرمادے گا''(اشرف علی تھانوی)

''لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دے گا جس کو چاہے گا (شاہ عبدالقادر، اس میں زیر بحث غلطی تو نہیں ہے البتہ آخری جملے کا مستقبل کا ترجمہ زیادہ مناسب نہیں لگتا ہے)

''ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، انہیں ذلیل و رسوا کرے گا، تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا، اور وہ جس کی طرف چاہتا ہے رحمت سے توجہ فرماتا ہے''۔ (محمد جوناگڑھی، ترجمہ درست ہے مگر اللہ کی جگہ وہ ضمیر ذکر کرنا درست نہیں ہے)

''تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا، اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے''۔ (احمد رضا خان)

درج ذیل ترجموں میں اول الذکر تین ترجموں میں ایسا لگتا ہے کہ آخری جملہ بھی جواب امر ہی ہے۔ جبکہ آخر الذکر تینوں ترجموں میں آخری جملے کا ترجمہ الگ طرح سے کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری جملہ جواب امر نہیں بلکہ اللہ کی مستقل سنت کا بیان ہے۔

درج ذیل دونوں انگریزی ترجموں میں اول الذکر ترجمے میں الفاظ کی بھرپور رعایت کی گئی ہے:

Fight them! Allah will chastise them at your hands, and He will lay them low and give you victory over them, and He will heal the breasts of folk who are believers. And He will remove the anger of their hearts. Allah relenteth toward whom He will.(Pickthall)

Make war on them. Allah will chastise them through you and will humiliate them. He will grant you victory over them, and will soothe the bosoms of those who believe, and will remove rage from their hearts, and will enable whomsoever He wills to repent.(Maududi)

توجہ طلب امر یہ بھی ہے کہ زیر نظر مقام پر جملے کے معطوف ہونے کا احساس ایسا غالب رہا کہ لوگوں نے ترجمے میں لفظ اللہ کی جگہ اس کی ضمیر استعمال کی۔ حالانکہ چار معطوف جملوں میں ضمیر ہے اور پانچویں مستقل جملے میں ضمیر کے بجائے اللہ کا لفظ مذکور ہے، ترجمے میں بھی اس کی رعایت ضروری تھی جو بعض مترجمین سے نہیں ہوسکی۔ یہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ تاب علی کا بہتر ترجمہ مہربانی اور رحمت کرنا ہے، نہ کہ توبہ کی توفیق دینا اور معاف کرنا۔

(۱۶۶) ذو العرش المجید کا ترجمہ

درج ذیل تینوں مقامات پر الکریم اور العظیم العرش کی صفتیں ہیں، ان پر اعراب کی علامت وہی ہے جو

العرش پر ہے، اوراسی لحاظ سے ان کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

(۱) رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔(المومنون:۱۱۶)

''عزت والے عرش کا مالک''۔(احمد رضا خان)

(۲) رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔(النمل:۲۶)

''وہ بڑے عرش کا مالک ہے''۔(احمد رضا خان)

(۳) وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔(المومنون:۸۶)

''اور مالک بڑے عرش کا''۔(احمد رضا خان)

لیکن درج ذیل آیت میں المجید عرش کی صفت نہیں ہے، دونوں کی اعرابی حالت مختلف ہے، المجید حالت رفع میں ہے، اس لیے عرش کی صفت نہیں ہوسکتا، بلکہ ذوالعرش یعنی اللہ کی صفت ہے۔ لگتا ہے بعض مترجمین کو اول الذکر تینوں آیتوں سے یہ مغالطہ ہوگیا کہ یہاں بھی عرش کی صفت مذکور ہے:

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۔(البروج:۱۵)

''مالک تخت کا بڑی شان والا''(شاہ عبدالقادر)

''عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے''۔(سید مودودی)

''عرش کا مالک بڑی شان والا''۔(فتح محمد جالندھری)

''عرش کا مالک عظمت والا ہے''۔(محمد جوناگڑھی)

''عزت والے عرش کا مالک''۔(احمد رضا خان)

''عرش بریں کا مالک''(وحیدالدین خان)

آخری دونوں ترجمے غلط ہیں۔

انگریزی تراجم میں بھی بہت سے ترجمے اسی غلطی کا شکار ہوئے، بلکہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ سید مودودی کے ترجمہ کے انگریزی ترجمے میں بھی یہ غلطی آگئی۔

Master of the Honourable Throne.(Ahmad Raza Khan)

- the Lord of the Glorious Throne,(Maududi)

Lord of the Throne of Glory(pickthall)

The Lord of the Glorious Throne,(Wahiduddin Khan)

Lord of the Throne of Glory,(Yusuf Ali)

Lord of the Throne, the Glorious,(Daryabadi)

مذکورہ بالا انگریزی تراجم میں آخری ترجمہ درست ہے۔

فارسی ترجموں میں بھی یہ غلطی کثرت سے نظر آتی ہے۔ذیل کے ترجمے ملاحظہ کریں:

''صاحب ارجمند عرش''۔(بہرام پور،خرمشاہی،فولادوند)

''خداوند بزرگوار عرش''۔(مجتبوی)

''صاحب عرش ودارای مجد وعظمت است''۔(مکارم شیرازی)

''او خداوند عرش است گرامی قدر''(شاہ ولی اللہ)

آخری دونوں ترجمے درست ہیں۔

ترجمہ کی مذکورہ غلطی کے حق میں یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ ایک قراءت المجید میں دال پر زیر کی بھی ہے، کیونکہ یہ تمام ترجمے امت میں رائج مصحف کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہیں جس میں دال پر پیش کے ساتھ المجید ہے۔

(۱۶۷)شِقَاقٍ بَعِيد کا ترجمہ

قرآن مجید میں ضلال بعید کی تعبیر متعدد مقامات پر آئی ہے،اور سلسلے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ضلال بعید کا ترجمہ ''دور کی گمراہی'' درست نہیں ہے بلکہ ''گمراہی میں دور نکل جانا'' درست ترجمہ ہے۔اسی طرح شقاق بعید کی تعبیر بھی قرآن مجید میں تین جگہ آئی ہے،اوراس کے مختلف طرح سے ترجمے کئے گئے ہیں،مولانا امانت اللہ اصلاحی کے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ مخالفت میں دور نکل جانا ہے۔ذیل کے ترجموں کو دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ ایک ہی مترجم نے اس تعبیر کا الگ الگ مقام پر مختلف طرح سے ترجمہ کیا ہے۔

(۱) وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ. (البقرۃ:۱۷۶)

''اور جن لوگوں نے اس کتاب کے معاملے میں اختلاف کیا ہے وہ مخالفت میں بہت دور نکل گئے''۔(امین احسن اصلاحی)

''وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں''۔(احمد رضا خان)

''وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے''۔(سید مودودی، دوسرے دونوں مقامات پر اس سے بہتر ترجمہ کیا ہے)

''وہ ضد میں (آکر نیکی سے) دور (ہوگئے) ہیں''۔(فتح محمد جالندھری)

''یقیناً دور کے خلاف میں ہیں''۔(محمد جونا گڑھی)

(۲)وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ. (الحج:۵۳)

''اور بے شک یہ ظالم اپنی مخاصمت میں بہت دور نکل گئے ہیں''۔(امین احسن اصلاحی، یہ تلخیص میں ہے، تدبر میں اس طرح ہے: بہت دور کے جھگڑے میں پڑ چکے ہیں)

''بیشک ظالم لوگ گہری مخالفت میں ہیں''۔(محمد جونا گڑھی)

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں''۔(سید مودودی)

''اور بیشک ستمگار دُھر کے (پرلے درجے کے) جھگڑالو ہیں''۔(احمد رضا خان)

''بیشک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں''(فتح محمد جالندھری)

(۳) مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ. (فصلت:۵۲)

''تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ٹھہرے گا جو ایک نہایت دور رس مخالفت میں جا پڑا''۔(امین احسن اصلاحی)

''تو اُس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہوا اور کون ہوگا جو اِس کی مخالفت میں دور تک نکل گیا ہو؟''۔(سید مودودی)

''تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کی ضد میں ہے''۔(احمد رضا خان)

''تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو (حق کی) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو''۔(فتح محمد جالندھری)

''بس اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہوگا جو مخالفت میں (حق سے) دور چلا جائے''۔(محمد جونا گڑھی)

مولانا امانت اللہ اصلاحی تینوں آیتوں میں فی شقاق بعید کا ترجمہ کرتے ہیں:''مخالفت میں دور نکل گئے''۔

(۱۶۸) نُزُل کا ترجمہ

نزل کا لفظ قرآن مجید میں جنت کے لئے بھی آیا ہے اور جہنم کے لئے بھی آیا ہے۔لغت کی کتابوں میں یہ لفظ مطلق مہمانوں کے لئے پیش کردہ سامان ضیافت کے معنی میں ذکر کیا جاتا ہے، کلام عرب کے شواہد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔اُبوالشعر الضبی، موسی بن سحیم کہتا ہے:

وکنا اذا الجبار بالجیش ضافنا

جعلنا القنا والمرهفات له نزلا

مولانا امین احسن اصلاحی کا عام مترجمین سے جدا خیال یہ ہے کہ نزل اس پہلے سامان ضیافت کے لئے

ہوتا ہے جو مہمان کی آمد پر پیش کیا جاتا ہے۔اس خیال کی تائید میں وہ کلام عرب سے کوئی تائید نہیں پیش کرتے ہیں۔خود قرآن مجید میں اس لفظ کے استعمالات کو جمع کر کے دیکھیں تو اس خیال کی تردید ہوتی ہے، کیوں کہ جنت اور جہنم کو نزل کہا گیا ہے، اوران دونوں کو ہمیشہ رہنے کی جگہ بھی بتایا گیا ہے، پھر اسے پہلی میزبانی کیسے کہا جائے،اگر جنت یا جہنم کے بعد بھی کہیں اور جانا ہوتا تو جنت یا جہنم کو پہلی میزبانی کہا جاتا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود مولانا اصلاحی نے قرآن کے ایسے آٹھ مقامات میں سے اگر تین مقامات پر پہلی میزبانی ترجمہ کیا ہے تو پانچ مقامات پر صرف میزبانی ترجمہ کیا ہے۔

(۱) لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ . (آل عمران:۱۹۸)

''البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے ایسے باغ ہوں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے پہلی میزبانی ہوگی''۔(امین احسن اصلاحی)

''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہے اللہ کی طرف سے اور نیک کاروں کے لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے''۔(محمد جوناگڑھی)

(۲) إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا . (الکہف:۱۰۲)

''ہم نے کافروں کے لیے جہنم بطور ضیافت تیار کر رکھی ہے''۔(امین احسن اصلاحی،جہنم کی ضیافت زیادہ مناسب ہے)

(۳) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا.

(الکہف:۱۰۷)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے فردوس کے باغوں کی ضیافت ہے''۔(امین احسن اصلاحی)

(۴) أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ . (السجدة:۱۹)

’’جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے راحت کے باغ ہیں، جو ان کو ان کے اعمال کے صلہ میں، اولین سامان ضیافت کے طور پر، حاصل ہوں‘‘۔(امین احسن اصلاحی، المأوی کا ترجمہ راحت نہیں ہوگا، ٹھیرنے کے باغات درست ترجمہ ہے)

’’جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بھی کیے ان کے لیے ہمیشگی والی جنتیں ہیں، مہمانداری ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے‘‘۔(محمد جوناگڑھی، المأوی کا ترجمہ ہمیشگی کرنا درست نہیں ہے)

’’جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں، ان کے کاموں کے صلہ میں مہمانداری‘‘۔(احمد رضا خان)

(۵) أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ. (الصافات:۶۲)

’’ضیافت کے لیے یہ بہتر ہے یا درخت زقوم؟‘‘۔(امین احسن اصلاحی)

’’یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟‘‘۔(سید مودودی، دونوں میں یہ دوسرا ترجمہ زیادہ فصیح ہے)

(۶) نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ. (فصلت:۳۲)

’’رب غفور رحیم کی طرف سے سامان ضیافت کے طور پر‘‘۔(امین احسن اصلاحی)

(۷) ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ. لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ. فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ. فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ. فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ. هَذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ. (الواقعۃ:۵۱-۵۶)

’’پھر تم لوگ، اے گمراہو اور جھٹلانے والو زقوم کے درخت میں سے کھاؤ گے اور اسی سے اپنے پیٹ بھرو گے پھر اس پر کھولتا ہوا پانی تونسے ہوئے اونٹوں کی طرح پیو گے۔ یہ جزا کے دن ان کی پہلی ضیافت ہوگی‘‘۔(امین احسن اصلاحی)

’’جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی‘‘۔(فتح محمد جالندھری)

(۸) فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ. وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ. (الواقعۃ:۹۴-۹۳)

’’تو اس کے لئے گرم پانی کی ضیافت اور جہنم کا داخلہ ہے‘‘(امین احسن اصلاحی)

فکر و نظر

قرآن کریم۔ عقل اور تہذیب کا محور

ڈاکٹر ذکی کرمانی

گزشتہ پندرہ سو برسوں سے اس کائناتِ عرض وسماء کا سب سے بڑا واقعہ انسان سے خدا کی براہِ راست پیغام رسانی تھی جو قرآن کریم کی شکل میں مرتب ہو کر آنے والے تمام انسانوں کے لیے خدا سے ہم کلامی کا ذریعہ بن گئی اور یوں انسان ہمہ وقت ورائی اور ماورائی کیفیات سے دوچار ہونے کی پوزیشن میں آ گیا۔ انسان کو وہ tools تو عطا نہیں ہوئے جو اس پیغام رسانی کے عمل کو سمجھ سکیں، البتہ خود پیغام ربّانی کی حقانیت کو سمجھنے کے لیے جن وسائل و آلات کی ضرورت ہے ان کا تذکرہ خود قرآن کریم ہی میں بار بار ہوا ہے اور ایک کی طرف اشارہ قصہ آدم میں کیا ہے۔ اسماءِ اشیا کی بدولت آدم کی عظمت کی طرف اشارہ ہو یا فرشتوں کے شکوک و شبہات، ان سب میں عقلِ انسانی کی اہمیت اور بنی آدم کے تمام معاملات میں عقل کی فرماں روائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ شیطان کے ردِعمل کا جواز بے عقلی سے عبارت تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ غلطی ہو جانے پر آدم کی شرمندگی و خجالت اور پھر توبہ کی خواہش یہ بھی بتاتے ہیں کہ عقل و خرد کی فراوانی اور فرماں روائی کے باوجود بے عقلی پر مبنی رویے جاری تو رہیں گے، لیکن ایسے رویوں کی تہذیب کے لیے انسان ہدایت کی ضرورت محسوس کرے گا اور پہچان لینے پر اسے تسلیم بھی کرتا رہے گا۔

قرآن کی آمد اس حقیقت کا اعلان تھا کہ اس کائنات کی بعض حقیقتیں ایسی ہیں جن کا صحیح ادراک خدائی رہ نمائی کے بغیر ممکن نہیں اور یہ کہ قرآن کریم کے بعد کوئی اور ہدایت نہ آئے گی۔ یہ واضح کرنا تھا کہ اب دنیا کا تمام تر کاروبار عقل و خرد کی روشنی میں چلنے والا رہے گا۔ لیکن قرآن ہر زمانے کے اعتبار سے اپنی تہیں کھولتا رہے گا اور یوں فی زمانہ انسانی ہدایت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن قرآن کی تہیں کھلنے کے عمل میں بھی عقل کو ہی پوری اہمیت حاصل ہوگی۔ مابعد قرآن دراصل عقل کی فرماں روائی کا دور ہے، جس کا مکمل اور انتہائی واضح اظہار خود رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ آپؐ نے خود اپنے عمل سے صحابۂ کرام کی تربیت کچھ اس

طرح سے کی تھی کہ وہ عقل کے صحیح استعمال کے طریقہ سے بخوبی واقف ہوگئے تھے۔قرآن کریم نے انھیں ایک ولڈ ویو(World view) عطا کر دیا تھا جوان کے عمل ،فکر،عمل کی نوعیت اوررخ ذہنی افق ،آزادیِ اظہاراور اس وسعت پذیر کائنات کے ساتھ اس کے رشتوں، حال و ماضی اور مستقبل کے بارے میں ایک نقطۂ نظر فراہم کرتا تھا۔ چنانچہ دورِاول میں جو معاشرہ قائم ہوااس میں ایک فرد کے عمل کی انفرادی اوراجتماعی تقسیم ممکن نہ تھی کیوں کہ شعور میں بات رچ بس گئی کہ ہراجتماعی عمل ثوتوں ہی سے پھوٹتا ہے۔ذات اورمعاشرہ الگ الگ نہ تھے۔

قرآن کریم نے غوروخوض اورفکر وتدبر کی ایسی عادت ڈالی تھی کہ اسلام میں کوئی نو وارد بھی قرآنی آیات سے احکام نکال لیتا اورکسی authority سے اس کی صحت کی جانچ کرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔شعور کی یہ پختگی خودرسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آپ کے اصحاب میں دیکھنے کوملی۔عقل کے اس بے مہابہ استعمال کی بدولت ہی انسانی صلاحیتوں کی ایسی بہارآئی کہ اس سے قبل نہ دیکھی نہ سنی۔قومیں اورتہذیبیں سرنگوں ہوگئیں اور دیکھتے دیکھتے یہ علاقہ پورے عالم کا مرکز بن گیا۔تہذیبوں کے سرنگوہونے کی داستان بھی عجیب ہے۔ابھی تک تو یہ ہوتا تھا کہ ایک تہذیب دوسری میں ضم ہوجاتی تھی۔لیکن یہاں تو کوئی تہذیب ہی نہ تھی جوانھیں ختم کرتی۔ یہاں تو بس ایک ورلڈ ویوتھا، جس میں مختلف تہذیبیں سما گئیں اورمقامی روایات اورتہذیب کے عناصر نے مل کرایک ایسی تہذیب برپا کرڈالی کہ کسی تہذیب کواپنے ختم ہونے کی خبر بھی نہ ہوئی اور نہ احساس ہوا کہ ہماری تہذیب کسی اور تہذیب میں گم ہوگئی ہے۔اسلام نے کبھی تہذیبوں کے مٹانے کا کام نہیں کیا، بلکہ انھیں اپنالیا۔حاتم طائی کا قصہ ہو یانوشیرواں عادل اوررستم وسہراب کے قصے، یہ تمام واقعات غیروں کے ہونے کے باوجود ہمارے اپنے بن گئے۔

آپؐ نے جب اپنے نوجوان ساتھی معاذ بن جبلؓ سے جب پوچھا کہ اگر ہدایت واضح نہ ہوتو کیا کروگے توانھوں نے اپنی عقل کے ذریعہ مسائل کوحل کرنے کی طرف اشارہ کیا اوراس پراللہ کے رسول ﷺ نے والہانہ طور پراللہ کا شکرادا کیا۔معاذ بن جبلؓ کو یہ ہدایت رسول نے نہیں دی تھی، بلکہ ورلڈ ویوکا جوفہم قرآن اوررسول اللہ ﷺ کی تربیت سے انھیں ملااس کے نتیجہ میں یہ الفاظ وارد ہوئے تھے۔

ایک دوسرے نوجوان صحابی عمروبن العاصؓ نے جنگِ سلاسل کے موقع پراعتراض کے باوجود فجر کی نماز میں امامت کرڈالی۔ بعد میں جب اللہ کے رسول ﷺ نے دریافت فرمایا توانھوں نے ایک آیت سے استنباط کرتے ہوئے اپنے عمل کی توضیح کی۔ رسول اللہ ﷺ اسے سن کرمسکرا دیے اور یوں ایک نو واردِ اسلام نے دوسرے اصحابِ رسول کی رائے کے برخلاف قرآنی آیت سے اپنے عمل کی توضیح کرتے ہوئے بارگاہِ رسول

سے ایک خاموش ستائش حاصل کی اور فقہِ اسلامی میں عوام کو آسانیاں فراہم کرنے کا ایک ذریعہ بن گئے۔ قرآن مجید اور عقلِ انسانی کا رابطہ اتنا عام تھا کہ ایک نو وارد اسلام کو بھی اس میں تکلف نہ ہوتا تھا۔ایک معروف ترین مثال خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کی ہے، جنھوں نے عراق کی زمینوں کی تقسیم کے سلسلے میں رسول کے عمل کے بر خلاف محض اپنے فہم اسلامی اور عقل کی روشنی میں ایک فیصلہ کیا تھا جس کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ میں جاگیرداری نظام کی جڑیں بالکل ابتدا ہی میں کٹ گئیں۔ جب عقلِ انسانی خدائی پیغام کی تفہیم میں اپنی تخلیقی قوتوں کو استعمال کرنے لگی تو پھر کوئی حد نہ رہی۔ خدائی مخلوق، وہ چاہے کسی بھی نوعیت کی ہو، عقل کی تگ و تاز سے ماورا ہی رہی۔مملکت کا انتظام ہو یا صحت و زندگی کے مسائل، زراعت اور صنعت و حرفت ہو یا تجارتی معاملات، اشیائے فطرت ہوں یا مظاہر فطرت، نفس انسانی کے معاملات ہوں یا جسمِ انسانی کے وجود کی ہر شکل اور ہر قسم، وہ چاہے حسّی ادراک کی تنگنائیوں میں محدود ہو یا ماورائے احساس، سب عقل کے دائرہ میں آ گئیں۔ عقل کی کارفرمائی کا جو آغاز عہدِ اسلامی میں ہوا وہ صرف امت مسلمہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ ہر اس قوم اور امت تک پھیل گیا جو امت مسلمہ کے touch میں آئی۔اور یوں اقوامِ مغرب نے بتدریج عقل کے استعمال کو اس کمال تک پہنچایا جس کی مثال شاید مستقبل میں بھی کہیں نہ مل پائے۔

اس پورے عمل میں جس کا اظہار اسلام کے زیرِ سایہ ہوا ہو یا مغرب میں، دو (۲) نکتے بڑے اہم ہیں:

اول یہ کہ عقل اپنے سفر میں اسلام سے شروع ہو کر مغرب تک پہنچتے پہنچتے ایک اہم ہم سفر سے محروم ہو چکی تھی۔ایسے تصوارت اور قدریں جو اس کے سفر میں سمت کی رہ نما تھیں، یہاں ان کا ساتھ ختم ہوا اور سمت و مقاصد کا تعین بھی اب عقل ہی کی روشنی میں ہونے لگا۔

دوسرا سانحہ یہ ہوا کہ اسلام میں بتدریج عقل کا استعمال کم ہونے لگا اور سوچ کا سب سے پہلا وار خود وحی الٰہی کے فہم اور نطباق پر ہوا۔نو جوان صحت مند ذہنوں کی راست نتائج نکالنے کی حوصلہ شکنی کی گئی اور بس جو کچھ ماضی میں ہو چکا تھا وہی معتبر ٹھہرا۔اسی طرزِ عمل نے دوسری مخلوقات پر مسلمانوں کے ذہنی عمل کو بھی بتدریج شدت سے متاثر کیا اور یوں سائنس اور دوسرے علوم ہماری دسترس سے باہر ہوتے گئے۔مغرب میں عقلی رویوں کے نفوذ نے جہاں کائنات اور اس کی اشیاء و مظاہر سے انسانی تعمل کی راہیں استوار کیں تھیں وہیں مذہب بھی اس کی دسترس سے محفوظ نہ رہ سکا۔اس کی بڑی وجہ تو یہی تھی کہ بائبل نے انسانوں کے ذہنوں کو کوئی غذا فراہم ہی نہ کی تھی اور وہ اس پوزیشن میں تھی ہی نہیں کہ انسانی فکر و عمل کے لیے کوئی World view اور Paradigm فراہم کر سکے۔

سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کے ان قوتوں سے متصف ہونے کے باوجود اس کے پیروکاروں میں یہ منفی رجحان کہاں سے آیا؟ اس کی ایک وجہ تو شاید انسانی خمیر میں ہی ڈالی جا چکی تھی، جس کا اظہار قصہ آدم سے بھی ہوتا ہے اور وہ ہے انسان کی یہ کمزوری کہ وہ اکثر منصب اور بزرگی کو سچائی کا معیار تسلیم کر لینے کی غلطی کر ڈالتا ہے۔ ابلیس میں یہ صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں اور انھیں کی بنا پر وہ حضرت آدمؑ کے نزدیک ایک معتبر اور قابلِ بھروسہ شخصیت کے روپ میں آیا تھا۔ سیرت کے مطالعہ سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے متبعین کو اس راہ پر چلنے سے روکنے کی بڑی شعوری کوششیں کی تھیں۔ صحابۂ کرام کا یہ پوچھنا کہ یارسول اللہ یہ اللہ کا حکم ہے یا آپ کی رائے اور پھر رسول کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے دینا اور پھر رسول کا دوسرے اصحاب الرائے افراد کو مشورہ میں شامل کرنا اور اجتماعی رائے کو تسلیم کر لینا اس شعوری کوشش کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اپنی رائے کے برخلاف رائے کو قبول کر لینا عقل کی اہمیت کا اعلان تو تھا ہی وہاں یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ ایسے معاملات بہت ہیں جہاں رسول اللہ کی برگزیدگی اور ان کا مقام و مرتبہ بھی اہم ہے۔ بلکہ عقل و تجربہ اور تجزیہ اہمیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اسی بنا پر اسلام بطور ورلڈ ویو اور قرآن بطور Paradigm جب تک انسانی ذہنوں پر مستولی رہا تہذیبی سرگرمیوں کی گویا بہار آتی رہی۔ انسانی تگ و تاز کا کوئی میدان ایسا نہ تھا جہاں ان قوتوں سے لیس مسلمانوں کا کوئی رول نہ رہا ہو۔ لیکن چند صدیاں گزریں کہ ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کا علم و فکر کے اعتبار سے رتبہ ممکن ہے کہ بہت بلند رہا ہو لیکن انھیں اپنے افکار کو عامۃ المسلمین کے لیے معتبر بنانے کے لیے یہ کہنا پڑا کہ اللہ نے اپنے مخصوص طریقہ سے یہ بات ان کے دل میں ڈالی ہے۔ بس اسی مقام پر پہنچ کر عام عقل کا رشتہ فکر و عمل سے ٹوٹنے لگتا ہے۔ شخصیت اہم ہو جاتی ہے اور عقل کے استعمال کی ضرورت بتدریج کم ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے بھی تہذیبی ارتقاء میں کوئی رول ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

ہماری تاریخ میں ایسے بزرگوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے جنھوں نے اپنے اعلیٰ خیالات کو الہام اور کشف کی بیساکھیوں پر استوار کر کے انسانوں تک پہنچایا۔ وہ کامیاب بھی ہوئے، لیکن اس کے نتیجہ میں عالم اسلام اجتمائی طور پر تہذیبی ارتقاء میں مرضیِ الٰہی کو پورا کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا۔ بلکہ انسانی ذہنوں میں شاید یہ خواہش پیدا ہونی بھی بند ہو گئی کہ اس جہانِ رنگ بو کو انسانی زندگی کے لیے آسان سے آسان تر بنانے میں پیروانِ محمد کا بھی کوئی رول ہوتا۔

فاستبقو الخیرات کاقرآنی اعلانیہ ہمارے ذہنوں کوغریبوں کا کھانا کھلانے ،ان کاتن ڈھاکنے، بیماروں کو دوا علاج فراہم کرنے ، یتیموں ، بیواؤں اور بچیوں کے گھر بسانے جیسے معاملات ہی میں متحرک کرتا ہے۔خیر کے کاموں کی عملی تعریف میں ہمارے ذہنوں نے گزشتہ پندرہ سالوں میں کوئی سفرنہیں کیا اور ہم آج بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں جہاں آغاز سفر میں تھے۔سائنس نے ایسی نت نئی راہیں کھولی ہیں جن کے ذریعے بھوکوں، ناداروں، مریضوں اور بیواؤں کے مسائل ریسرچ وتحقیق کے ذریعہ حل کیے جاسکتے تھےاوراس دنیا کو اللہ کی مخلوق کے لیے بہتر سے بہتر بنایا جاسکتا تھا،لیکن اس پورے عمل سے پیروانِ محمدؐ کا دامن خالی ہے۔

ایک وجہ فہمِ قرآن کوعام عقلِ انسانی کی دسترس سے دور رکھنے کی دانستہ کوشش اوراپنے پسندیدہ مفکرین کی جلالت علمی میں ایسا غلو کہ جس کے نتیجہ میں ان کے افکار ونظریات،نقد ونظر سے غیر شعوری طور پر مورا ہو جائیں۔ان رویوں کی بنا پر امت مسلمہ ان حیات بخش قوتوں سے محروم رہی ہے جو ایک عظیم تہذیبی روایت کو دوسری زندگی عطا کرتی ہیں۔ہم انھیں وجوہات کی بنا پر سائنس میں الہام اور کشف کے رول کی نفی کرتے ہیں کہ ان اوصاف نے آج تک تہذیب کی پرورش نہیں کی بلکہ تہذیبی ارتقا کے مخالف سمت میں کام کرتی رہیں۔ عقل وخرد کا استعمال تہذیبی گاڑی کو چلتا رکھنے کے لیے لازمی ہے،البتہ اس کوصحیح رخ جب ہی ملے گا جب اسے علم الوحی اوراس سے متعلق علوم میں کارفرمائی کا موقع ملتا رہے تب ہی قرآن کریم کی فراہم کردہ اقدار تہذیبی ارتقاء کی سمت متعین کریں گی اور شعائرشکر وعجز کا اظہار کریں گےاور **فاستبقو الخیرات** کاقرآنی حکم انسانی تہذیبی سرگرمیوں کومہمیز کرے گا۔(بشکریہ آیات ،علی گڑھ،جلد۱۳،جنوری تا جون ۲۰۱۵ء)

سیر و سوانح

حضرت عیسیٰؑ۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

ڈاکٹر رضوان الحق فلاحی

گزشتہ دنوں میں ایک امریکی اسکالر کریگ کونسیڈائن کی ایک انگریزی کتاب The Humanity of Muhammad - A Christian View کا اردو ترجمہ کر رہا تھا۔ مصنف نے بڑی عرق ریزی سے ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مضامین لکھے ہیں۔ بہت سی پائی جانے والی غلط فہمیوں (مثلاً پردہ اور جہاد کا اسلامی تصور) کا معقول جواب دیا ہے۔ موصوف نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے حوالہ سے مسلم-عیسائی تعلقات کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ساتھ ہی وہ اس عقیدہ کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ آخرت کی نجات اور کامیابی کے لیے اسلام کو باضابطہ قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک شخص مسیحی روایات کی پابندی کرتے ہوئے اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو وہ بھی جنت کا مستحق ہے۔ دلیل کے طور پر سورۂ البقرہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ سے قبل آپ ہی صاحبِ شریعت رسول تھے۔ فی الوقت نفری تعداد کے اعتبار سے عیسائی دنیا کی سب سے بڑی آبادی ہیں۔ متمدن دنیا کی اکثریت کے فرماں روا بھی عموماً عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلمان، جو دنیا کی دوسری بڑی اکثریت ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک بزرگ پیغمبر مانتے ہیں۔ آج کے دور میں جب مذہب کے نام پر منافرت بڑھ رہی ہے اور ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہ سے اور دشمن سمجھتے ہوئے دیکھ رہا ہے، ایسے ماحول میں یہ مضمون باہمی محبت کو فروغ دینے کی اور مشترکہ وراثت کی بنا پر قربت بڑھانے کی ایک کوشش ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کے سودمند ہونے کے قوی امکانات ہیں۔

نام، مقام اور مرتبہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم رکھا۔ دنیا و آخرت میں آپ کو وجیہ اور مقرب بنایا:

''اور جب فرشتوں نے کہا'' اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس

کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔دنیا اور آخرت میں معزّز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔"(۱)

سفرِ معراج کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات:

"... پھر (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کہنے لگے: اترو! نماز پڑھو! میں اترا اور نماز پڑھی۔ کہنے لگے: آپ جانتے ہیں، کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا۔ وہاں میرے لیے انبیاء علیہم السلام جمع کیے گئے تھے، چنانچہ مجھے جبریل علیہ السلام نے آگے کر دیا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے لے کر قریبی (پہلے) آسمان کی طرف چڑھے۔"(۲)

"نبی کریم ﷺ نے آسمان پر آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا ٹھکانہ نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم کو پہلے آسمان پر پایا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر .... پھر میں عیسیؑ تک پہنچا، انہوں نے کہا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عیسیٰؑ ہیں۔"(۳)

"پھر آپ اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ کہا کہ جبرائیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا انہیں لانے کے لیے بھیجا گیا تھا، کہا کہ جی ہاں۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام وہاں موجود تھے۔ یہ دونوں نبی آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، دونوں نے جواب دیا اور کہا خوش آمدید نیک بھائی اور نیک نبی۔"(۴)

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان وقفہ

"عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں 'فترۃ' کا زمانہ (یعنی جس میں کوئی پیغمبر نہیں آیا) چھ سو برس کا وقفہ گزرا ہے۔"(۵)

حضرت عیسیؑ کا حلیہ

شبِ معراج میں آسمان کے سفر کے دوران اور ایک مرتبہ خواب میں آنحضرت ﷺ کو ان کی رویت

نصیب ہوئی تو آپ حلیہ ان الفاظ میں بیان کیا:

''اور میں نے عیسیؑ کو بھی دیکھا تھا۔ درمیانہ قد، میانہ جسم، رنگ سرخی اور سفیدی لیے ہوئے اور سر کے بال سیدھے تھے۔''(٦)

''عیسیؑ نہایت سرخ گھونگھریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے۔''(٧)

''ایسے تروتازہ اور پاک وصاف کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہیں۔''(٨)

الگ الگ محفلوں میں صحابہٴ کرام میں سے چار حضرات کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ وہ ان کے جیسے دکھتے تھے:

''حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ۔''(٩)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مشابہ۔''(١٠)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشابہ۔''(١١)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ۔''(١٢)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندہ، رسول، کلمہ اور روح ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچا دیا تھا اللہ نے مریم تک اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے۔''(١٣)

پیدائش

حضرت عیسیؑ کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی طرح معجزاتی تھی۔مٹی سے تخلیق کی پھر 'کن فیکون' کہا:

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔''(١٤)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں قولِ حق -حضرت مریم کی گوشہ نشینی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور آغوشِ مادر میں رہتے ہوئے کلام کی واقعاتی تفصیل-قرآن کا بیان:

''اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو، جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ ...اس حالت میں ہم نے اس کے پاس

اپنی روح کو، یعنی فرشتے کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوگیا۔ مریم یکایک بول اٹھی کہ ''اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔'' اس نے کہا ''میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔'' مریم نے کہا ''میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔'' فرشتے نے کہا ''ایسا ہی ہوگا، تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔'' مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی ''کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا۔'' فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا ''غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے۔ اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی . پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر . پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔'' پھر وہ اس بچے کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے "اے مریم! یہ تو تو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن، نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی.'' مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا" ہم اس سے کیا بات کریں گے جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے؟'' بچہ بول اٹھا ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی، اور نبی بنایا، اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جبکہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔ یہ ہے عیسی ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔''(۱۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائش کے وقت شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''شیطان ہر انسان کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی سے اس کے پہلو میں کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جب انہیں وہ کچوکے لگانے گیا تو پردے پر لگا آیا تھا (جس کے اندر بچہ رہتا ہے۔ اس کی رسائی وہاں تک نہ ہوسکی، اللہ نے

عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی اس حرکت سے محفوظ رکھا)۔‘‘(١٦)

نبوت

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں آخری تھے۔نبیوں کے الگ الگ امتیازات ہیں۔نبی سب صالح تھے۔ تمام نبی ایک ہی وحی پاتے تھے۔جو موسیٰ وعیسیٰ اور دیگر نبیوں کو دی گئی، بلاتفریق سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اللہ نے نبیوں سے میثاق لیا:

’’مسلمانو! کہو کہ’’ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیمؑ ،اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور اولادِ یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ،اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتیاور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔‘‘(١٧)

’’اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا،اور جسے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے،اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو دے چکے ہیں،اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف اے محمد (ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے،اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔‘‘(١٨)

انبیاء (بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام) علاتی بھائی ہیں

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپؐ فرما رہے تھے کہ میں ابن مریم علیہما السلام سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہوں،انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہیں اور میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘(١٩)

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔‘‘(٢٠)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید کی:

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے، آخر کار عیسیٰ ابنِ مریم کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور روحِ پاک سے اس کی مدد کی۔''(۲۱)

''یہ رسول جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے، ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے، اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روحِ پاک سے اس کی مدد کی۔''(۲۲)

''پھر تصوّر کرو اس موقع کا جب اللہ فرمائیگا کہ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، ... پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکرِ حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں تو میں نے ہی تجھے ان سے بچایا۔''(۲۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تصدیق کی۔انجیل میں ہدایت، نور اور موعظت ہے:

''پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا۔تورات میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں راہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔''(۲۴)

تورات کی تصدیق۔احمد رسول کی بشارت (پیشین گوئی):

''اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ''اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو صریح دھوکا ہے۔''(۲۵)

یہ مضمون قدرے تفصیل سے حدیث میں بھی وارد ہوا ہے:

''میں تو اس وقت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب آدمؑ ابھی (ڈھانچے کی حالت میں) مٹی کی صورت میں پڑے ہوئے تھے، اور میں ابھی اپنے معاملے (یعنی

نبوت) کے بارے میں تمہیں بتا تا ہوں، میں ابراہیمؑ کی دعا،عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جوانہوں نے میری پیدائش کے قریب دیکھا تھا کہ ان کے لیے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات ان کے سامنے روشن ہو گئے۔'' رواہ فی شرح السنہ(۲۶)

''نجاشی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہی شخص ہیں جن کے آنے کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی ہے اور اگر میں سلطنت کے انتظام اوراس کی ذمہ داریوں میں پھنسا ہوا نہ ہوتا تو ان کے پاس آتا یہاں تک کہ میں ان کی جوتیاں اٹھاتا۔''(۲۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب وحکمت کی تعلیم دی، تا کہ اختلافات دور ہوسکیں:

''(فرشتوں نے پھر اپنے سلسلۂ کلام میں کہا)''اور اللہ اسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا۔''(۲۸)

''اور جب عیسیٰ صریح نشانیاں لیے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں، اوراس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو،لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''(۲۹)

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات- کلام فی المھد، علم تورات وانجیل، مٹی سے چڑیا بنانا، کوڑھ اور اندھا پن ٹھیک کرنا، مردہ کو جلانا، بنی اسرائیل سے ان کا بچایا جانا

گہوارے میں سے کلام

''لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہوگا''۔(۳۰)

اس بات کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' گود میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے بات نہیں کی۔اول عیسیٰ علیہ السلام...''(۳۱)

مٹی سے پرندہ بنانا، نابینا کو بینا، کوڑھی کو سلیم الاعضاء بنانا اور مردہ کو زندہ کرنا:

''میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں

ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔'' (۳۲)

''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ !یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، ...میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، ... پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکرِ حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں تو میں نے ہی تجھے ان سے بچایا۔'' (۳۳)

حضرت عیسیٰؑ اور حواریین

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا، تو پوچھا" کون ہے میرا انصار؟' حواریوں نے کہا: 'ہم ہیں انصار':

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: ''کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار'' اور حواریوں نے جواب دیا ''ہم ہیں اللہ کے مددگار'' اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔'' (۳۴)

بعد کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ کا مطالبہ کیا:

''(حواریوں کے سلسلہ میں) یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار سکتا ہے؟ تو عیسیٰ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔انہوں نے کہا ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔'' (۳۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور وعید اور نشانی مائدہ کے لئے دعا کرنا:

''اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی:"خدایا! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔" اللہ نے جواب دیا:

"میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہوگی۔"(۳۶)

حدیث میں شرط کا بھی تذکرہ ہے: رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''(عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر) آسمان سے روٹی اور گوشت کا دستر خوان اتارا گیا اور حکم دیا گیا کہ خیانت نہ کریں نہ اگلے دن کے لیے ذخیرہ کریں، مگر انہوں نے خیانت بھی کی اور جمع بھی کیا اور اگلے دن کے لیے اٹھا بھی رکھا تو ان کے چہرے مسخ کر کے بندر اور سور جیسے بنا دیئے گئے۔''(۳۷)

حضرت عیسیٰؑ کی دنیا سے رخصتی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا جانا اور قیامت تک کے لئے ان کے متبعین کا مقام:

''(وہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہی تھی) جب اس نے کہا کہ ''اے عیسیٰ! اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنھوں نے تیرا انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک، اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالا دست رکھوں گا جنھوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے۔''(۳۸)

اس معنی میں حدیث میں مندرجہ ذیل تصریحات ہیں:

''قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے....''(۳۹)

''اور یہ اضافہ بھی ہے: (آپؑ کی امت میں شامل ہونگے اور اسی کے مطابق فیصلے فرما رہے ہوں گے۔) پھر ابو ہریرہؓ (آخر میں) کہتے ہیں: چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ضرور ایمان لائے گا (اور انہی کے ساتھ امت محمدیہ میں شامل ہوگا۔)''(۴۰)

''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی فتنہ نازل نہیں کیا جو دجال کے فتنہ سے زیادہ بڑا ہو۔۔۔۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہو

جائیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرتے ہوئے ان کی شریعت پر (کاربند) ہوں گے۔ وہ ایک ہدایت یافتہ امام اور عادل حاکم ہوں گے اور وہ دجال کو قتل کریں گے۔(۴۱)

کیا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل (مصلوب) کیا گیا تھا؟

''اور خود کہا کہ ہم نے مسیح، عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا۔'' (۴۲)

قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اور کچھ اہم کام انجام دینا

جب بھی قیامت کا ذکر ہوتا ہے، تو وہ پیشین گوئیاں بھی یاد آتی ہیں جو قربِ قیامت کی علامت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور نظامِ عدل وقسط کا قیام دل کو تسلی دینے کا ایک اہم سبب ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔'' (۴۳)

''اور یہ اضافہ بھی ہے: ''حتی کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہوگا۔'' (کیونکہ باقی انبیاء کیساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ایمان ہوگا، اور اولوالعزم نبی جو صاحب کتاب وشریعت تھا۔ آپ کی امت میں شامل ہوگا اور اسی کے مطابق فیصلے فرما رہا ہوگا۔) پھر ابو ہریرہؓ (آخر میں) کہتے ہیں: چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ضرور ایمان لائے گا (اور انہی کے ساتھ امت محمدیہ میں شامل ہوگا۔)'' (۴۴)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہوگے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' (۴۵)

قیامت کے دن شفاعت

قیامت کے دن خواص وعوام کے لئے نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔انسان اپنے گناہوں کے بوجھ تلے ہر ہر نبی کے پاس شفاعت کے لئے جائے گا۔مگر رب کے سامنے سفارش کرنے سے ہر کوئی خوف کھائے گا۔کسی جلیل القدر پیغمبر کے اوصاف بتا کر اس کے پاس بھیجے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی یہ کہہ کر بھیجا جائے گا کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔مگر وہ بھی محمد ﷺ کے پاس بھیج دیں گے۔اس مضمون کی بے شمار احادیث موجود ہیں:

''... کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ مجھ میں اس کی ہمت نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں اور اللہ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان کے ساتھ جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت چاہوں گا۔ مجھے اجازت مل جائے گی، پھر میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑوں گا اور جب تک اللہ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ اور جو چاہو مانگو، تمہیں دیا جائے گا، جو چاہو کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی...''(۴۶)

حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ میں غلو نہ کرو

حضرتِ مسیح علیہ السلام کے معاملہ میں ان کے متبعین نے تین نقطۂ نظر اپنایا۔اولاً وہ انہیں تین (باپ، بیٹا، روح القدس) کا تیسرا کہتے تھے۔اللہ نے قرآن پاک میں اس کا رد ان الفاظ میں کیا ہے:

''خلافِ حق بات نہ کہو۔ثلاثہ نہ کہو۔اللہ بیٹا رکھنے سے پاک ہے۔اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔مسیح عیسیٰ ابنِ مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے، جس نے مریم کے رِحم میں بچّہ کی شکل اختیار کی، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ ''تین'' ہیں۔باز آجاؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔ وہ بالاتر ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی مِلک ہیں، اور ان کی کفالت وخبر گیری کے لیے بس وہی

کافی ہے۔''(۴۷)

عیسائیوں کا ایک طبقہ انہیں خدا کا بیٹا (روح القدس کے بغیر) کہتا ہے۔قرآن میں اس بارے میں صاف کہہ دیا گیا:

''اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جوان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔''(۴۸)

''اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہوجا، اور بس وہ ہو جاتی ہے۔''(۴۹)

ایک تیسرا گروپ خود انہیں ہی خدا کا درجہ دیتا ہے، جو انسانی شکل میں تشریف لائے، بندوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے صلیب پر چڑھ گئے۔قرآن ان کے اس نظریہ کا بھی ابطال کرتا ہے:

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابنِ مریم ہی خدا ہے۔اے محمد! ان سے کہو کہ اگر خدا مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے؟''(۵۰)

یہ مضمون حدیث میں یوں مذکور ہے:

''مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''(۵۱)

کفارِ بنی اسرائیل پر ان کے عصیان و اعتداء کی وجہ سے حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کے ذریعہ لعنت کی گئی:

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ ابنِ مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔''(۵۲)

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم کو اور تمہاری ماں کو معبود بنائیں:

''غرض جب (یہ احسانات یاد دلا کر) اللہ فرمائے گا کہ ''اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو؟'' تو وہ جواب میں عرض کرے گا

''سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا ربّ بھی ہے اور تمہارا ربّ بھی۔ میں اسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔''(۵۳)

حضورﷺ بھی اپنی امت کے بدعتیوں کے بارے میں وہی کہیں گے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

''اور انبیاء میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا اور میرے اصحاب میں سے بعض کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو میں پکار اٹھوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، میرے اصحاب! لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پھر کفر اختیار کر لیا تھا۔ اس وقت میں بھی وہی جملہ کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے: **وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم** ۔''جب تک میں ان کے ساتھ تھا۔ ان پر نگران تھا'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد 'الحکیم' تک۔''(۵۴)

نصاریٰ کے بعض اقوال اور ان کا رد

وہ جہنم میں نہیں جائیں گے، (اور اگر بالفرض جائیں گے بھی، تو محض) چند دنوں کے لئے:

''وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں الا یہ کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے۔ ان سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے، جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کر سکتا؟ یا بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمّے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے ان کا ذمہ لیا ہے؟''(۵۵)

ان کا قول 'جنت میں بس یہود و نصاریٰ جائیں گے':

''ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔ یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو، اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔''(۵۶)

ان کا خیال 'یہود و نصاریٰ بن جاؤ، ہدایت یاب ہو گے':

''یہودی کہتے ہیں: یہودی ہوتو راہ راست پاؤ گے۔عیسائی کہتے ہیں: عیسائی ہو،تو ہدایت ملے گی۔ان سے کہو:''نہیں، بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیمؑ کا طریقہ۔اور ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''(۵۷)

وہ خود کو خدا کا بیٹا اور چہیتا کہتے تھے:

''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ان سے پوچھو، پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان خدا نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔''(۵۸)

کیا عیسائی مشرک ہیں؟

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اگر یہودی یا انصاری عورتوں سے نکاح کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح مومنوں کے لیے حرام قرار دیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا کہ ایک عورت یہ کہے کہ اس کے رب عیسیٰ علیہ السلام ہیں حالانکہ وہ اللہ کے مقبول بندوں میں سے ایک مقبول بندے ہیں۔''(۵۹)

''نبی کریم (ﷺ) نے قریشیوں سے فرمایا: اے قریشیوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی پرستش کی جائے گی، اس میں خیر نہیں ہوگی۔اب قریشیوں کو پتہ تھا کہ عیسائی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ عیسائی، محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہیں یعنی وہ آپ (ﷺ) کی نبوت کے منکر ہیں۔تو قریش کے لوگوں نے کہا: اے محمد! کیا تم ہی لوگ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نبی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، تو پھر اگر آپ اس بات میں سچے ہیں تو ان کے معبود بھی ویسے ہی ہوئے، جیسے تم کہتے ہو (پس عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی خیر نہ رہی)؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾۔''جب ان کے لئے مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی تو تیری قوم اس سے منہ پھیرتی ہے۔''(۶۰)

حواشی و مراجع

۱۔ آل عمران ۴۵ ۲۔ نسائی ۴۵۱ ۳۔ بخاری ۳۴۹، ۳۲۰۷، ۳۳۴۲، نسائی ۴۴۹
۴۔ بخاری ۳۴۳۰، ۳۸۸۷ ۵۔ بخاری ۳۹۴۸ ۶۔ بخاری ۳۲۳۹ ۷۔ بخاری ۳۴۳۸

۸۔ بخاری۳۳۹۴، ۳۳۹۶، ۳۴۳۷، ترمذی ۳۱۳۰ ۹۔ مسلم ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۳۰، ۴۳۰، ترمذی ۳۱۳۰، نسائی ۴۴۹

۱۰۔ ترمذی ۳۸۰۲ ضعیف (ضعیف، المشکاۃ ۶۲۳۰/التحقیق الثانی صحیح وضعیف سنن الترمذی الالبانی)

۱۱۔ ابوداؤد ۴۶۴۱ ۱۲۔ مسند احمد ۱۲۳۲۵ ضعیف (اسنادہ ضعیف لضعف الحکم بن عبدالملک القرشی، انظر: ۱۳۷۷)

۱۳۔ بخاری ۳۴۳۵، مسلم ۱۴۰، ترمذی ۳۶۱۶ ضعیف (ضعیف، المشکاۃ ۵۷۶۲//ضعیف الجامع الصغیر ۴۰۷۷//صحیح و ضعیف سنن الترمذی الالبانی) ۱۴۔ آل عمران ۵۹ ۱۵۔ مریم ۳۴-۱۶

۱۶۔ بخاری ۳۲۸۶، ۳۴۳۱، ۴۵۴۸، مسلم ۶۱۳۵

۱۷۔ بقرہ ۱۳۶، آل عمران ۱۶۳، نساء ۸۴، انعام ۸۵، اَحزاب ۷، حدید ۲۷ ۱۸۔ شوریٰ ۱۳

۱۹۔ بخاری ۳۴۴۲، مسلم ۶۱۳۱، ۶۱۳۲ ۲۰۔ بخاری ۳۴۴۳ ۲۱۔ بقرہ ۸۷

۲۲۔ بقرہ ۲۵۳ ۲۳۔ مائدہ ۱۱۰ ۲۴۔ آل عمران ۵۰، مائدہ ۴۶ ۲۵۔ صف ۶

۲۶۔ مشکوۃ ۵۷۵۹، السلسلۃ ۳۵۹۶

۲۷۔ ابوداؤد ۳۲۰۵ ضعیف (تخریج دارالدعوہ: تفرد بہ ابوداؤد، تحفۃ الاشراف: ۹۱۱۷) ۲۸۔ آل عمران ۴۸

۲۹۔ زخرف ۶۴ ۳۰۔ آل عمران ۴۶ ۳۱۔ بخاری ۳۴۳۶، مسلم ۶۵۰۹ ۳۲۔ آل عمران ۴۹

۳۳۔ مائدہ ۱۱۰ ۳۴۔ آل عمران ۱۴، صف ۱۴ ۳۵۔ مائدہ ۱۱۳-۱۱۲ ۳۶۔ مائدہ ۱۱۵-۱۱۴

۳۷۔ ترمذی ۳۰۶۱ ضعیف (حدیث عمار ضعیف الاسناد، حدیث ابن ابی عروبہ ضعیف أیضاً صحیح وضعیف سنن الترمذی الالبانی)

۳۸۔ آل عمران ۵۵ ۳۹۔ بخاری ۲۲۲۲، ۳۴۴۸، مسلم ۳۸۹ ۴۰۔ مسلم ۳۹۰

۴۱۔ اسے امام طبرانی نے 'المعجم الاوسط' میں روایت کیا ہے۔'' (أخرجہ الحاکم فی المستدرک، (۶۵۱/۲، الرقم/۴۱۶۲، وابن عساکر فی تاریخ مدینۃ دمشق، ۴۹۳/۴۷، وذکرہ العظیم آبادی فی عون المعبود، ۳۱۰/۱۱)

۴۲۔ نساء ۱۵۷ ۴۳۔ بخاری ۲۲۲۲، ۳۴۴۸، مسلم ۳۸۹ ۴۴۔ مسلم ۳۹۰ ۴۵۔ بخاری ۳۴۴۹

۴۶۔ بخاری ۶۴۴۷، ۱۲، ۴۷، مسلم ۷۵، ۷۵، ۹، ۴۷، ترمذی ۲۴۳۴، ۳۱۴۸، ابن ماجہ ۴۳۱۲، مسند احمد ۱۳۱۰۰

۴۷۔ نساء: ۱۷۱ ۴۸۔ توبہ ۳۰ ۴۹۔ مریم ۳۵ ۵۰۔ مائدہ ۱۷

۵۱۔ بخاری ۳۴۴۵، ۶۸۳۰ ۵۲۔ مائدہ ۷۸ ۵۳۔ مائدہ ۱۱۷-۱۱۶

۵۴۔ بخاری ۳۳۴۹، ۳۴۴۷، ۴۶۲۵، ۴۷۴۰، مسلم ۷۲۰۱، ترمذی ۲۴۲۳، ۳۱۶۷، نسائی ۲۰۸۹

۵۵۔ بقرہ ۸۰ ۵۶۔ بقرہ ۱۱۱ ۵۷۔ بقرہ ۱۳۵ ۵۸۔ مائدہ ۱۸

۵۹۔ بخاری ۵۲۸۵ ۶۰۔ مسند احمد ۸۷۴۶

وہ میرے ہم زلف بھی تھے اور شاگرد بھی

(ڈاکٹر فرید احمد فلاحی علیگ مرحوم کی یاد میں)

مولانا محمد طاہر مدنی

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد اگست ۱۹۸۳ء میں جب میں نے جامعۃ الفلاح میں تدریسی سلسلے کا آغاز کیا تو اس وقت عالمیت کے آخری سال میں بڑے ذہین طلبہ کی جماعت تھی۔ غالبًا میں نے انہیں اصول الشاشی پڑھایا۔ ان میں افضال احمد بنارسی، حسن حبیب فلاحی، صباح الدین اعظمی، مجاہد الاسلام، انوار احمد، عارف حسین نیپالی، محمد خالد نعمانی، حافظ صباح الدین اور فرید احمد کوہنڈہ شامل تھے۔ ذہین طلبہ کو پڑھانے میں استاذ کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ خوب مطالعہ کرکے آنا پڑتا ہے۔ طرح طرح کے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جامعۃ الفلاح اور مدرسۃ الاصلاح میں اساتذہ سوالات کی ہمت افزائی کرتے ہیں اور طلبہ آزادی کے ساتھ سوال کرتے ہیں۔ اتنی آزادی ہے کہ دوسرے مدارس میں اس طرح سوالات کو گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ استاذ آتا ہے اور تقریر کرکے چلا جاتا ہے، طلبہ بہت ادب کے ساتھ چپ چاپ سنتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقۂ تدریس مناسب نہیں ہے۔ طلبہ و اساتذہ اچھی طرح مطالعہ کرکے آئیں، افہام و تفہیم کا ماحول ہو، سوالات کی آزادی ہو۔ اگر طلبہ کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کا جواب نہ دیا جائے تو اس تعلیم کا فائدہ کیا ہوگا؟

جامعہ سے عالمیت کے بعد یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء چلے گئے اور وہاں سے تخصّص فی الادب العربی کیا۔ جس طرح مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح کا امتیاز تفسیر اور قرآن مجید کا محققانہ درس ہے، اسی طرح ندوہ ادبِ عربی اور انشاء کے لحاظ سے ممتاز ہے۔ ندوہ کے بعد انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا رخ کیا اور پہلے اکنامکس سے بی اے کیا، بعد میں بی یو ایم ایس۔

دورانِ تعلیم ہی رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوگئے اور ہمارے ہم زلف ہوگئے۔ ہمارے خسر محترم

ماسٹر عبدالجلیل مرحوم (۱۹۳۲ء-۲۰۱۲ء) پرانے علیگ تھے اور شبلی انٹر کالج میں لکچرر تھے۔ان کی انگریزی بہت اچھی تھی۔ کچھ عرصہ تک انہوں نے جماعت اسلامی کے زیر اہتمام ثانوی درسگاہ رام پور میں بھی تعلیم حاصل کی تھی اور مولانا جلیل احسن ندوی رحمہ اللہ (۱۹۱۳ء-۱۹۸۱ء) اور مولانا صدرالدین اصلاحی رحمہ اللہ (۱۹۱۷ء-۱۹۹۸ء) جیسے اکابرین سے استفادہ کیا تھا۔انہوں نے اپنے بچے بچیوں کی تعلیم میں بہت محنت کی، آبائی گاؤں زمین رسول پور چھوڑ کر اعظم گڑھ شہر میں کرایے کے مکان میں بچوں کی تعلیم کی خاطر رہتے تھے۔ چار بیٹیوں اور دو بیٹوں سے اللہ نے نوازا تھا۔ چاروں بیٹیاں عالمہ فاضلہ اور عصری تعلیم سے بھی فیض یافتہ اور ایک بیٹا حافظ، عالم و پوسٹ گریجویٹ اور دوسرا پوسٹ گریجویٹ۔ بڑی بیٹی کو اُس وقت جامعۃ الصالحات رام پور سے فضیلت کرایا، جب ہمارے علاقے میں تعلیمِ نسواں کا زیادہ رواج نہ تھا۔ باقی تین بیٹیاں کلیۃ البنات، جامعۃ الفلاح سے فارغ ہیں۔ ماسٹر عبدالجلیل مرحوم کو فروغِ تعلیم سے بہت دلچسپی تھی، جامعہ کے سابق ناظم ڈاکٹر خلیل احمد صاحب حفظہ اللہ کے عزیز تھے، جامعہ کے دستور و نصابِ تعلیم کی ترتیب وتسوید میں بھی حصہ لیا۔ علاقے میں انہوں نے پہلا نرسری اسکول ''نور پبلک اسکول'' کے نام سے شروع کیا، جس کے نصاب میں اسلامیات اور عربی زبان کو شامل کیا۔ آج یہ اسکول علاقے کے معروف اسکولوں میں شامل ہے اور مرحوم کے صاحبزادگان حافظ عطاء الرحمٰن فلاحی وضیاء الرحمٰن ارضی اسے کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔

ماسٹر عبدالجلیل مرحوم کی بڑی صاحبزادی محترمہ سلمٰی عبدالجلیل صالحاتی صاحبہ ہماری شریکِ حیات ہیں۔ کلیۃ البنات، جامعۃ الفلاح میں چالیس سال سے زائد عرصہ سے پڑھا رہی ہیں۔ان کے بعد محترمہ قیّمہ عبدالجلیل فلاحی ہیں جو جناب مشیر عالم علیگ (بلریا گنج) سے منسوب ہیں۔ مشیر بھائی اِس وقت علی گڑھ میں سکونت پذیر ہیں اور پیشہ تعمیرات (Building Construction) کے میدان میں نیک نام ہیں، ایک مدت تک جدہ میں مقیم رہے۔ ماسٹر صاحب کی تیسری صاحبزادی محترمہ نجمہ فلاحی کی شادی فرید احمد فلاحی سے اُس وقت ہوئی جب وہ علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے۔ بعد میں یہ بھی علی گڑھ گئیں اور دونوں نے ایک ساتھ بی یو ایم ایس مکمل کیا۔ وہاں سے آنے کے بعد بلریا گنج میں ہی جامعہ کے سامنے ایک کٹرے میں ان دونوں نے ایک نرسنگ ہوم کی شروعات کی اور دھیرے دھیرے پورے علاقے میں ڈاکٹر نجمہ مشہور ہوگئیں اور خواتین کا مرجع بن گئیں۔ ڈاکٹر فرید احمد صاحب فلاحی علیگ نے بہت سلیقے اور مہارت کے ساتھ نرسنگ ہوم کو ترقی دی، کرایے کی جگہ تنگ پڑنے لگی تو شہاب الدین پور اور نصیر پور بازار کے درمیان شاہراہِ عام پر وسیع زمین خرید کر ایک شاندار اسپتال کی تعمیر کرائی، جو شفاء ہاسپٹل کے نام سے پورے علاقے میں مشہور ہے۔ اس جوڑے کے

حسنِ اخلاق اور طبی مہارت کی وجہ سے یہ اسپتال مرجعِ خلائق بن گیا اور دور دراز سے خواتین یہاں آنے لگیں۔ ڈاکٹر فرید احمد صاحب کے ندوہ کے ہم عصر مولانا اشہد جمال اصلاحی ندوی، ماسٹر عبدالجلیل مرحوم کے دامادِ رابع ہیں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے 2+ میں عربی زبان کے سینئر استاذ اور اسلامیات کے معروف اسکالر ہیں۔ جماعت اسلامی کے ادارۂ تحقیق وتصنیف کے سکریٹری اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ معیاری رسائل وجرائد میں ان کے مقالات چھپتے ہیں اور خاص طور پر مدارس کے نصابِ تعلیم اور نظامِ تربیت پر انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ ان کی اہلیہ محترمہ فاطمہ عبدالجلیل فلاحی صاحبہ علی گڑھ نسواں اسکول میں ایک مدت سے تدریسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

ڈاکٹر فرید احمد فلاحی علیگ ۵۵ برس کی عمر میں سب کو سوگوار چھوڑ کر سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔

سبیل الموت غایة کل حی

فداعیه لأهل الأرض داع

(ہر جاندار کو موت کے راستے پر چلنا ہے، موت کا منادی اہلِ جہاں کو آواز دے رہا ہے۔)

ہم اہلِ ایمان ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ ہمیں اللہ کے فیصلے پر رضا ہی کا ثبوت دینا ہے۔ ایسے موقع پر ہماری زبان پر یہی بات جاری رہتی ہے: إنا لله وإنا إليه راجعون ''ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں''۔

ڈاکٹر صاحب نے بڑی بھرپور زندگی گزاری۔ طبابت، سیاست، تعلیم، خدمتِ خلق، قیادت، کاروبار، اصلاحِ معاشرہ، صلح مصالحت، بچوں کی تعلیم وتربیت، ہر میدان میں کام کیا اور بڑے حوصلے کے ساتھ کام کیا۔ علماء ایکسپریس (۱) جب دہلی گئی اور جنتر منتر پر تاریخی مظاہرہ کیا تو ڈاکٹر صاحب ہم رکاب تھے۔ وزیر داخلہ پی چدمبرم سے ملاقات کرنے والے وفد میں شامل تھے۔ بعد میں انہوں نے آل انڈیا ملت کانگریس کے نام سے ایک پارٹی بنائی اور اس کے پلیٹ فارم سے سیاسی بیداری کا کام کیا۔ ملائم سنگھ یادو اور اعظم خان سے ان کے مراسم تھے۔ علی گڑھ میں دورانِ تعلیم وائس چانسلر جناب محمود الرحمٰن صاحب سے تعلقات تھے اور طلبہ کے بہت سارے کام انہوں نے کرائے۔ علاقے کے بااثر افراد سے تعلقات تھے اور ان کی مدد سے آپسی جھگڑوں کو ختم کرانے اور صلح مصالحت کی کوشش کرتے تھے۔ بڑے ہمتی انسان تھے، افسران سے بہت جرأت کے ساتھ بات کرتے تھے اور اپنا موقف مضبوطی سے رکھتے تھے۔ تعلیمی اداروں کی ترقی کے لیے فکرمند رہتے تھے، جنوبی ہند کے تعلیمی اداروں کا بھی دورہ کیا، تاکہ ان تجربات سے استفادہ کیا جاسکے۔ مادرِ علمی جامعۃ الفلاح کا بڑا

خاص خیال رکھتے تھے اور دل کھول جامعہ کی مدد کرتے تھے۔ وہ بہت خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے اور مستحقین کے ساتھ علاج معالجہ میں رعایت کرتے تھے۔

انہوں نے اپنا کاروبار بڑے حوصلے کے ساتھ پھیلایا، دبئی میں بھی کاروبار شروع کیا، وہاں کا سفر کرتے رہتے تھے، ممبئی اور دہلی میں بھی کاروبار کیا۔ قرب وجوار میں بھی پراپرٹی ڈیلنگ کا کام شروع کیا۔

سب سے بڑی خوبی یہ تھی بچوں کی تعلیم کے لیے ہر طرح کی قربانی دی، کسی کو علی گڑھ پہنچا رہے ہیں تو کسی کو لکھنؤ، کسی کو کوٹہ تو کسی کو دہلی۔ ابھی سفر سے لوٹے اور بچی کی کال آگئی کہ تین روز کی چھٹی، فوراً لینے کے لیے روانہ، نہ تھکان، نہ بہانہ، نہ کوئی آرام، نہ راحت۔ بچوں کے لیے، ان کی تعلیم کے لیے، ان کے مستقبل کے لیے، ہمہ وقت ہر قربانی کے لیے تیار وآمادہ۔ ایک جنون تھا، ایک دھن تھی، ایک تڑپ تھی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بڑی بچی کلثوم فرید ایم بی بی ایس کے بعد ایم ایس کر رہی ہے، عمر فرید ایم بی بی ایس کے بعد ایم ڈی کی تیاری کر رہا ہے، ایمن فرید ایم بی بی ایس کا آخری سال مکمل کر چکی ہے اور سب سے چھوٹی بچی رقیہ فرید ایم بی بی ایس کے سالِ اول میں ہے۔ والدین ڈاکٹر اور تمام بچے اسی لائن میں۔ ان سب امور کی انجام دہی میں مرحوم کو اپنی شریکِ حیات ڈاکٹر نجمہ فلاحی علیگ کا بھرپور ساتھ ملا۔ ظاہر ہے اتنے بڑے کام کوئی شخص تنہا انجام نہیں دے پاتا، جیون ساتھی کا پورا تعاون ملنے کے بعد ہی کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں۔ ڈاکٹر نجمہ اپنے حسنِ اخلاق سے معروف ہیں، خواتین ان کی گرویدہ ہیں، ان کے اسپتال پر عورتوں کی بھیڑ رہتی ہے، انہوں نے اپنے گھر کو بسانے اور اپنے بچوں کو آگے بڑھانے میں بڑی قربانی دی ہے۔ ڈاکٹری کا کام ۲۴ گھنٹے کی خدمت ہے، اس میں آرام کا کوئی موقع نہیں، رات کے ایک بجے بھی مریضہ پہنچ گئی تو ڈاکٹر نجمہ اپنی نیند قربان کر کے خدمت کے لیے حاضر۔ لوگوں کے دلوں میں رہنے کے لیے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرید مرحوم بہت صحت مند اور تندرست تھے۔ ان کے والد مرحوم جناب عبدالعزیز مرحوم بھی لمبے ڈیل ڈول کے صحت مند وتوانا تھے۔ کوہنڈہ میں تین عبدالعزیز تھے، یہ سب سے بڑے تھے اس لیے بڑے اجو کہے جاتے تھے، جو عمر میں سب سے چھوٹے تھے وہ چھوٹے اجو کہلاتے تھے اور درمیان میں عبدالعزیز پہلوان تھے اس لیے اجو پہلوان کہلاتے تھے۔ ہمارا کوہنڈہ جانا ہوتا تھا تو اجو پہلوان اور حاجی الطاف مرحوم کے بیٹھک میں مجلسیں ہوتی تھیں۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے ہمارے یہ بزرگ حضرات۔ اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، آمین۔

وہ میرے ہم زلف بھی تھے اور شاگرد بھی

ڈاکٹر فرید احمد مرحوم کی طبیعت اپریل کے اواخر میں ناساز ہوئی، ۳؍مئی کی صبح یہ ارا میڈیکل کالج لکھنؤ میں آئی سی یو میں ایڈمٹ ہوئے، وہیں کلثوم اور عمر زیر تعلیم ہیں، اس لیے ہر طرح کی سہولت حاصل تھی۔ پیش رفت ٹھیک تھی، اطمینان ہو رہا تھا کہ جلد ہی اسپتال سے چھٹی مل جائے گی، مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا، ۱۹؍مئی کو طبیعت زیادہ نازک ہوگئی، ۲۰؍مئی کو دوپہر میں چندن ہاسپٹل منتقل کیا گیا، ابھی وہاں داخل کرنے کی کارروائی انجام پا ہی رہی تھی کہ ڈاکٹر صاحب اپنے رب سے ملاقات کے لیے عالم فانی سے کوچ کر گئے، **غفر الله له وأسكنه فسيح جناته۔**

رات میں جسدِ خاکی شفاء ہاسپٹل بلریا گنج لایا گیا اور ۲۱؍مئی کی صبح جامعہ سے متصل قبرستان میں مولانا جلیل احسن ندوی رحمہ اللہ (۱۹۱۳ء-۱۹۸۱ء) اور والد محترم مولانا صغیر احسن اصلاحی رحمہ اللہ (۱۹۲۹ء-۲۰۰۰ء) (۲) کی قبر کے پاس مدفون ہوگئے۔

اللہ ان کو غریق رحمت کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین۔

حواشی ومراجع

۱۔ ۱۹؍ستمبر ۲۰۰۸ء کو بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی میں پولیس نے فرضی انکاؤنٹر میں اعظم گڑھ کے دونو جوانوں عاطف اور ساجد کو بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا اور میڈیا میں پورے اعظم گڑھ کو آتنک گڑھ اور آتنک واد کی نرسری کہا جانے لگا۔ اُس وقت کے سنگین حالات میں اعظم گڑھ کے سنجیدہ علمائے کرام کی ایک میٹنگ جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ میں منعقد ہوئی اور ۴؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کو علماء کونسل کی داغ بیل ڈالی گئی۔ علماء کونسل نے ۲۹؍جنوری ۲۰۰۹ء کو ایک ٹرین بک کرائی جس کو ’علماء ایکسپریس‘ کا نام دیا گیا اور اعظم گڑھ، جون پور، فیض آباد، لکھنؤ، علی گڑھ، بجنور اور دہلی کے ہزاروں شہریوں کو مرکزی حکومت کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے دہلی لے گئی اور بٹلہ ہاؤس کے فرضی انکاؤنٹر کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔

۲۔ ’تاریخ جامعۃ الفلاح‘ مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی میں صفحہ ۸۳ پر والد صاحب کا سن پیدائش ۱۹۲۵ء درج ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ جامعۃ الفلاح کے تقرری رجسٹر میں آپ کا سن پیدائش ۱۹۲۹ء درج ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر فرید احمد فلاحی علیگ

(چراغ بجھ گیا، یادوں کی شمع روشن ہے)

مولانا اشہد رفیق ندوی

جامعۃ الفلاح کے لائق فرزند، ندوۃ العلماء کے چہیتے سپوت، دانش گاہ سرسید کے گل سرسبد، نامور معالج اور مدبر ڈاکٹر فرید احمد فلاحی صاحب بھی وبائی فضا میں شہید ہوگئے۔ اس خبر نے ان کے جاننے اور چاہنے والوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ماشاء اللہ خوب صحت منداور تندرست وتوانا تھے۔ ہر دم خوش اور ہشاش بشاش رہتے، بظاہر بیماری ان سے دور بھاگتی تھی، کبھی بیمار ہونے کو نہیں سنا گیا۔ وسط رمضان میں اچانک خبر آئی کہ ممبئی اور لکھنؤ کے اسفار میں کہیں کرونا کی مسموم ہوا لگ گئی، ظالم نے انھیں بستر پر ڈال دیا۔ پہلی بار بیمار ہوئے۔ خیال تھا کہ وہ اسے پچھاڑ دیں گے۔ خود ڈاکٹر، اہلیہ ڈاکٹر اور چاروں بچوں کا بھی یہی شغل ہے۔ علاج ومعالجہ کی ہر طرح کی سہولیات موجود تھیں۔ سب نے جی توڑ کوشش کی۔ اپنے ہاتھ سے معاملہ نکلتا دکھائی دیا تو لکھنؤ لے کر بھاگے۔ ارا ہاسپٹل میں ۱۸؍دن آئی سی یو میں رہے۔ سینئر ڈاکٹروں نے جان لگادی۔ بچے بھی ایک پیر پر کھڑے رہے۔ صدقہ دیا گیا، دعائیں ہوئیں۔ مگر حالت بگڑتی ہی چلی گئی۔ یہاں کے ڈاکٹروں کے بس سے باہر ہوا تو چندن ہاسپٹل کے لیے ریفر کردیا کہ وہاں سہولیات زیادہ اور مشینیں اعلیٰ درجے کی ہیں۔ تدبیریں سب کی گئیں، مگر کوئی تدبیر کام نہ آئی۔ اللہ کے فیصلے کے سامنے کس کی چلتی ہے۔ اس نے اتنی ہی مہلت عمل مقدر کررکھی تھی۔ مہلت عمل مکمل ہوئی اور اپنے پاس بلالیا۔

فرید بھائی رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے روتا بلکتا ایک جہان چھوڑ گئے۔ اہلیہ ڈاکٹر نجمہ فرید، بیٹی ڈاکٹر کلثوم فرید، بیٹا ڈاکٹر عمر فرید، بیٹیاں ڈاکٹر ایمن فرید ورقیہ فرید، سب اس امید کے ساتھ لکھنؤ لے کر گئے تھے کہ وہاں سے شاداں وفرحاں واپس لے کر آئیں گے۔ مگر ہائے افسوس! آج وہ جسد خاکی کی حامل ایمبولینس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ لکھنؤ سے اعظم گڑھ کا طویل سفر ہے۔ موسم نہایت ناسازگار ہے، آندھی ہے، طوفان ہے، تیز بارش ہے۔ کیا گزر رہی ہوگی ان معصوموں پر۔ والدہ کے لیے بھی اولاد کا جنازہ دیکھنا مقدر تھا۔ بوڑھی

ماں کیسے سہار پائے گی۔اے اللہ تو ہی صبر دینے والا ہے۔تو ہی سہارا دینے والا ہے۔ان ناتوانوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما۔انھیں اپنی پناہ میں لے لے۔انھیں ہمت وحوصلہ عطا فرما۔

ان کا پورا نام فرید احمد تھا۔والد محترم عبدالعزیز عرف اجو کہلاتے تھے۔اعظم گڑھ کے مشہور علم دوست گاؤں کوہنڈہ میں ۸؍مئی ۱۹۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کرنے کے بعد جامعۃ الفلاح سے عالمیت، ندوۃ العلماء سے فضیلت اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے اور بی یو ایم ایس کی اسناد حاصل کیں۔اس کے علاوہ اپنے پروفیشن سے متعلق متعدد ڈپلومہ کورس کیے۔سیکھنے کا شوق تھا، زندگی بھر سیکھنے کا عمل جاری رکھا اور ہر علم وہنر سے عملی زندگی میں پورا فائدہ اٹھایا۔

فرید بھائی سے پہلی ملاقات ندوۃ العلماء کے صحن میں ہوئی۔وہ اور ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر صباح الدین اعظمی، جامعۃ الفلاح سے عالمیت کرکے آئے تھے اور میں مدرسۃ الاصلاح سے۔وہ لوگ کلیۃ الادب کے اعلیٰ درجات میں داخل ہوئے تھے اور مجھے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ ملا تھا۔اصلاح وفلاح کی فکری مناسبت کے علاوہ ہم لوگوں کی ٹوپیاں ایک طرح کی تھیں۔اس لیے ایک نظر سے دیکھے جاتے تھے۔جلد ہی دوستی ہوگئی، پھر معاملات میں شراکت ہونے لگی۔وہ دھن کے پکّے تھے۔ہمیشہ ایک اونچا ٹارگٹ طے کرتے تھے، پھر اسے اچیو(Achieve) کرکے دم لیتے تھے۔ندوہ میں صرف دو برس قیام رہا۔اس مدت میں انھوں نے پورے ندوہ کے اذہان وقلوب کو فتح کرلیا۔سربراہان ادارہ، کلاس کے اساتذہ، ناظر کتب خانہ اور متعلقین، سب کے دل میں جگہ بنالی تھی۔کوئی ان کی ذہانت کا دلدادہ تھا، تو کوئی محنت کا۔کوئی قابلِ فخر شاگرد سمجھتا، تو کوئی ادارہ کا درخشندہ ستارہ تصور کرتا تھا۔بڑے ذمہ داران میں حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مہتمم صاحبؒ کی زبان پر ان کا نام رہتا تھا۔حضرت مولانا رابع صاحب، مولانا واضح رشید صاحب، مولانا سعید الاعظمی صاحب، مولانا نذر الحفیظ صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا نور عظیم صاحب تو اساتذہ میں تھے، وہ سب کی نگاہ میں محبوب تھے۔سب انھیں بہت ہی عزیز رکھتے تھے۔حضرت مولانا مفتی محمد ظہور صاحب وارڈن تھے۔ان کا کمرہ ہم لوگوں کا ملن اڈہ تھا، وہ بھی بہت مانتے تھے۔ندوہ سے فارغ ہوکر ہم تینوں علی گڑھ آگئے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا دامن بہت وسیع ہے۔الگ الگ سبجیکٹ میں سب کو داخلہ ملا۔سب نے پرواز کے لیے اپنا نیا افق تلاش کیا اور پرواز شروع کردی۔مگر یہاں جوڑنے کے لیے ایک نیا بندھن مل گیا۔سب لوگ ایک طلبہ تنظیم SIO کی رکنیت کے رشتہ میں بندھ گئے۔پھر سب لوگ ایک ہوگئے۔بی اے کی تعلیم کے درمیان ہی ان کی شادی ہوگئی۔شادی شدہ آدمی اپنے جرم کا بدلہ دوسرے کی شادی کراکے لیتا ہے۔انھوں نے دوستوں پر ہاتھ ڈالنا شروع کردیا اور راقم پر یہ خاص کرم بھی کیا کہ اپنی سسرال میں بچی ہوئی ایک زلف کو اپنے دوست کے ساتھ

باندھ کر ہم زلف بنالیا۔ آج ان کی وفات کی خبر سے ہر طرف کہرام ہے، آہیں ہیں، سسکیاں ہیں۔ میرا گھر بھی غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان کو سنبھال پانا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ اللہ سب کو صبر دے۔

فرید بھائی گریجویشن کے ساتھ ہی سول سروسز کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ اس معرکہ کو سر کرنے کا مصمم ارادہ تھا، مگر کسی مرحلہ میں ان کا ارادہ بدلا اور بی یو ایم ایس میں چلے گئے۔ سبب جو بھی رہا ہو، بظاہر لگتا یہ ہے کہ انھیں خیال گزرا ہوگا کہ اگر وہ IAS کا مقابلہ جیت کر اعلیٰ افسر بن بھی گئے تو تنہا افسری کریں گے۔ کیوں نہ ایسا کورس چنیں جس میں جیون ساتھی بھی ہمیشہ ساتھ رہے۔ چنانچہ دونوں نے ایک ساتھ BUMS کا ٹسٹ دیا۔ ایک ساتھ داخلہ لیا، ایک ساتھ فارغ ہوئے، ایک ساتھ کلینک شروع کی۔ پھر اس ساتھ میں اللہ نے اتنی برکت عطا کی کہ ایک قلمرو کھڑی کر دی۔ خوب شاندار قلمرو۔ ابھی اسے بہت ترقی کرنا تھا۔ بڑے عالی شان منصوبے تھے، اسے آگے بڑھانے کے لیے اپنی پوری ذریت کو تیار کر رہے تھے۔ دو بچے MBBS مکمل کر چکے ہیں۔ ایک پی جی میں ہے، دوسرا پی جی کی تیاری میں ہے۔ تیسرے کا کورس مکمل ہو گیا، انٹرشپ کر رہی ہے اور چوتھے نے ابھی قدم بڑھایا ہے۔ چاروں کو پی جی کے مرحلے سے گزار کر شاندار میڈیکل ھب بنانا چاہتے تھے۔ منصوبے ابھی شرمندہ تعبیر ہونا باقی تھے کہ وہ رخصت ہو گئے۔ جس جیون ساتھی کے ساتھ کے لیے منزل تبدیل کی تھی۔ وہ اکیلی ہو گئیں، ان کے اوپر اتنی بڑی ذمہ داری آن پڑی۔ اللہ انھیں صبر کے ساتھ ہمت و حوصلہ عطاء کرے آمین۔

محترم فرید بھائی کی زندگی میں علی گڑھ کا زمانہ قیام سب سے زریں زمانہ ہے۔ اچھے ہونہار طالب علم کی حیثیت سے اچھا کیریئر بنایا۔ ہمیشہ اچھے طالب علم کی حیثیت سے جانے گئے، کلاس کے نمایاں طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے۔ مضامین لکھے، مبارزتی اسٹیج پر چڑھے اور انعامات حاصل کیے۔ تحریر و تقریر دونوں میں کمال کا درک تھا۔ اردو، انگریزی، عربی اور ہندی چاروں زبانوں میں بولنے اور لکھنے پر قدرت رکھتے تھے۔ فیکلٹی کے اساتذہ اسی وجہ سے بہت عزیز رکھتے تھے۔ طلبہ قیادت کا شوق ہوا، اس میں بھی نرالی پہچان بنائی۔ ان کی ذہانت اور تدابیر سکہ بند قائدین کے کام آتیں۔ ان کی سیاسی فراست سے ارباب انتظام بھی بہت متاثر تھے، مشکل مسائل میں ان سے مدد لیتے۔ شیخ الجامعہ محمود الرحمٰن صاحب نے تو انہیں دست راست بنا رکھا تھا۔ ہر بڑے کام میں شریک، ہر فیصلے میں دخیل رکھتے۔ سیاست کے جوگر یہاں سیکھے، عملی زندگی میں اسے بھرپور استعمال کیا۔ علی گڑھ کا زمانہ قیام ان کے لیے اس اعتبار سے بھی ممتاز ہے کہ یہ مشقتوں اور آزمائشوں سے بھرا ہوا زمانہ تھا۔ مشقتوں کی بھٹی میں تپ کر کندن بنے تھے۔ علی گڑھ نے صلاحیتوں کو صیقل کرنے کے ساتھ قوت ارادی، خود اعتمادی اور بلند حوصلگی کے جوہر بھی عطا کیے۔ عملی زندگی کی

جو سرفرازیاں ان کی جانب منسوب ہیں، بلاشبہ علی گڑھ کا ان میں بڑا دخل ہے۔

زندگی کی سرفرازیوں میں رفیقۂ سفر کے تعاون کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔فرید بھائی کی زندگی میں اس کا مظاہرہ جگ ظاہر ہے۔BUMS کی ڈگری ہاتھ آتے ہی دونوں نے قصبہ بلریا گنج کے ایک کمرے سے پریکٹس شروع کی۔قدرت کا کرنا ایسا کہ قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔(ان کی قسمت میں جو دخیل تھا اس کا نام نجمہ یعنی درخشندہ ستارہ ہے)۔پھر کیا تھا۔شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔ایک کمرے سے چند کمرے، پھر وسیع آراضی پر اپنا ہاسپٹل اور ریسرچ سینٹر اور پھر.............نہ جانے کیا کیا۔حرکت ہی حرکت۔برکت ہی برکت۔بقول حافظ دانش خطہ کا کوئی گھر ایسا نہیں جہاں ان کا دست شفاء نہ پہونچا ہو۔مرض میں شفایابی کے لیے بھی اور ضرورت مندوں کی دادرسی کے لیے بھی۔

مولانا محمد طاہر مدنی صاحب ناظم جامعۃ الفلاح کا یہ تأثر بالکل بجا ہے کہ’’ انہوں نے بھرپور زندگی گزاری۔طبابت، تجارت، قیادت، تعلیم، خدمت خلق اور اصلاح معاشرہ ہر میدان میں سرگرم عمل رہے اور گہرے نقوش چھوڑے‘‘۔ مستقبل کے لیے جو عالی شان منصوبے مرتب کیے تھے، ان میں سے کچھ ہی زمین پر برپا ہو سکے۔سرسید نے جس عمر میں قوم کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تھا، وہ عمر ابھی آنی باقی تھی۔روح سرسید ان کے جسم میں بھی حلول تھی۔قوم کی تعلیم وتربیت کے لیے بڑے بڑے تعمیری منصوبے ان کے ذہن میں بھی مچل رہے تھے۔اے کاش! زمین پر برپا کرنے کے لیے انہیں مزید کچھ مہلت عمل نصیب ہوتی!

فرید بھائی ان تعلیمی اداروں سے گہری وابستگی رکھتے تھے جن سے انہوں نے کسب فیض کیا۔بالخصوص جامعۃ الفلاح کے جوار میں کارگاہ ہونے کی وجہ سے اس سے اظہارِ تعلق کا زیادہ موقع ملتا۔دل کھول کر مالی تعاون کرتے، اپنے اثر ورسوخ سے بھی جامعہ کو فائدہ پہونچاتے۔اچانک ان کے انتقال پرملال سے جامعہ کو بھی ایک لائق فرزند کھونے کا صدمہ ہوا۔

کل صبح نو بجے جنازہ اٹھے گا۔منظر سوچ کر کلیجہ منھ کو آتا ہے۔معصوم بچیاں کس کلیجے سے ابو کو الوداع کہیں گی۔عمر کیسے قبر میں مٹی ڈالیں گے۔ان کے اعزاء، احباب، عقیدت مندان دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے۔ان کی خدمات، ان کی حسنات اور ان کی قربانیوں کا حوالہ دیکر بخشش کی درخواست کی جائے گی۔بار الہا! ان کی حسنات کو قبول فرمالے۔کوتاہیوں کو درگزر فرمادے۔ان کے بچوں کو، بیوی کو اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمادے۔آمین یارب العالمین۔

●▢●

آہ نعمان بھائی!

پروفیسر محمد ادریس

نعمان بھائی ۱۹؍مئی ۲۰۲۱ء مطابق ۷؍شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ بروز پنجشنبہ مجھے تنہا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ دنیا مجھے اور اندھیری لگنے لگی۔ برادر محمد نعمان نے جولائی ۱۹۷۵ء میں آئی آئی ٹی کانپور میں علوم طبیعیات (Physics) میں بہ حیثیت ریسرچ اسکالر داخلہ لیا تھا۔ قبل ازیں بی ایس سی و ایم ایس سی میں اول مقام حاصل کرنے کے بعد بی این کالج پٹنہ یونیورسٹی میں انکا تقرر بحیثیت لیکچرار ہو گیا تھا۔ انتہائی ذہین، وسیع المطالعہ، اقبال کے مرد مومن کا مجسمہ، اسلام کی چلتی پھرتی تصویر۔

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

پروفیسر محمد نعمان صوبۂ بہار کے قصبۂ سیوان سے تقریباً پندرہ کیلومیٹر جنوب میں واقع گاؤں ارنڈا (Aranda) میں ایک متمول تعلیم یافتہ گھرانے میں ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ موصوف کے والد جناب نور الحسنؒ نیک سیرت اور دین دار تھے۔ انھوں نے اپنی اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ صرف کی تھی۔ جماعت پنجم تک کی ابتدائی تعلیم والدین نے گھر پر ہی دلائی۔ غالباً بچپن میں ہی اردو کے ساتھ عربی اور فارسی زبان میں بھی قابل قدر لیاقت حاصل کر لی تھی۔

بعد ازاں والدین نے ارنڈا کے قریب واقع گاؤں سھولی (Sahuli) کے پبلک ہائی اسکول سھولی (Public High School, Sahuli) میں جماعت ششم میں داخل کرایا۔ وہاں سے انھوں نے درجہ دہم اسٹینڈرڈ پاس کیا۔ سیکنڈری سکول کی تکمیل کے بعد پٹنہ یونیورسٹی کے قدیم ترین، اعلیٰ معیاری پروقار پٹنہ سائنس کالج میں داخل ہوئے اور وہاں سے ہائیر سیکنڈری اسکول کا امتحان پاس کیا۔ بعدہ علوم طبیعیات (Physics) میں بی ایس سی (آنرس) اور ایم ایس سی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ذہین طالب علم تھے۔ اس وقت کے مخصوص ماحول میں کچھ عرصہ تک سوشلزم اور مارکسزم کے فلسفہ سے بھی متاثر ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی اور وہ حلقۂ طلبہ اسلامی سے قریب آ گئے۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ، پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا

ہے۔انھوں نے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ عمدہ اسلامی تربیت کی ہے۔

میں پہلی ملاقات میں ہی ان کا گرویدہ ہوگیا۔حقیقت یہ ہے کہ جو بھی ان کے ربط میں آتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔وہ میرے عزیز ترین دوست، شفیق وکریم بڑے بھائی اور مربی ومزکی تھے۔میں صوم وصلوٰۃ کا پابند نسلی مسلمان تھا، انھوں نے مجھے قرآن وحدیث کے ذریعے اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کرایا۔مقصدِ زندگی اور شہادت حق کا فریضہ ذہن نشین کرایا۔تحریک اسلامی سے قربت اور اس میں میری شمولیت کے محرک اول وہی تھے۔اسلام، تحریکاتِ اسلامی، اور امت کے مسائل پر ہم گھنٹوں تبادلۂ خیال کرتے اور عملی اقدامات کے منصوبے بناتے اور انھیں روبہ عمل لانے کی کوششیں کرتے۔آئی آئی ٹی کانپور میں دعوتِ اسلامی کے تعلق سے جو کچھ بھی کوششیں اور پیش رفت ہوئیں اس کے روحِ رواں وہی تھے۔انھی کی تحریک پر IITK میں درسِ قرآن (بزبانِ انگریزی) کا آغاز کیا گیا۔جگہ کے لیے میرے کمرے کا انتخاب کیا گیا۔میرے ہال میں ریسرچ اسکالرز کے علاوہ یو جی طلبہ بھی رہتے تھے اور میرے ہال کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ہال 1، 2 اور 3 اس کے تینوں سمتوں میں تھے، جو سبھی یو جی ہال تھے۔اجتماع میں غیر مسلم طلبہ اور پروفیسرس کی بھی اچھی شرکت ہوتی تھی۔دروس قرآن کے ان پروگراموں نے بفضل ربی IITK میں دعوتِ اسلامی کا بہت اچھا تعارف کرایا۔

میں 1982ء میں علی گڑھ آ گیا۔وہ PhD مکمل کر کے واپس پٹنہ چلے گئے۔لیکن ہمارے تعلقات و روابط مزید مستحکم ہوتے چلے گیے۔ہمارے ایک دوسرے سے گھریلو تعلقات تھے۔کانپور میں وہ اپنے بچوں کے ساتھ کیمپس میں رہتے تھے۔شادی شدہ طلبا کے لیے مخصوص کوارٹرس جو SBRA کے نام سے موسوم تھے۔آغاز میں ایک سال وہ تنہا ہال نمبر ۴ میں رہتے تھے جو ریسرچ اسکالرس کے لیے مخصوص تھا۔میرا تقریباً روز آنہ ہی شام کو ان کے اپارٹمنٹ جانا ہوتا تھا، ان سے اور ان کے ننھے بچوں سے ملاقات کر کے سارے دن کا ذہنی بوجھ ہلکا ہو جاتا تھا۔آج بھی ان کے بچے مجھے انتہائی محبوب ہیں اور وہ بھی مجھ سے ایسا ہی تعلق رکھتے ہیں۔میں ایک یا دو بار ان کے آبائی وطن ارنڈا (سیوان، بہار) بھی جا چکا ہوں جب کہ، پٹنہ کا سفر تو بارہا کیا ہے۔میں نے اپنی ذاتی زندگی کا کوئی بڑا فیصلہ ان کے گراں قدر مشورے کے بغیر نہیں لیا ہے۔میری جسمانی اور روحانی تربیت کے لیے وہ ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔

وہ اپنے اختصاصی مضمون (domain field) ذراتی طبعیات (particle physics) میں ماہر تھے اور اس میدان میں ان کی وقیع خدمات ہیں۔ان کی چھوٹی بیٹی ہالہ نے پٹنہ سے طبعیات میں امتیازی

حیثیت میں ایم ایس سی کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور پی ایچ ڈی مکمل کیا۔ علی گڑھ میں آئی آئی ٹی کے دو اور ساتھی پروفیسر محمد سلیم اور پروفیسر معراج الدین (شعبۂ اطلاقی ریاضیات) موجود ہیں۔ بیٹی ہالہ اور ہم تین دوستوں کی علی گڑھ میں موجودگی کے پیش نظر برادر نعمان نے فیصلہ لیا کہ وہ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد علی گڑھ میں ہی رہائش اختیار کریں گے۔ چنانچہ چند سال قبل ایف ایم ٹاور کے قریب عمرا اپارٹمنٹ میں ایک فلیٹ خرید لیا اور یوں علی گڑھ میں ان کی سکونت مستقل ہوگئی۔ وہ علی گڑھ میں موجود ہوتے تو جماعت اسلامی ہند، اے ایم یو کے ماہانہ اجتماعات میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔

ذاکر حسین انجینئرنگ کالج، مسلم یونی ورسٹی کے شعبۂ اطلاقی ریاضیات میں برادران محمد سلیم اور معراج الدین کے کمرے ہماری ملاقات کا مرکز ہوتے۔ چنانچہ اخوان یا صفا اس محفل میں بغیر دودھ کے آسامی/دارجیلنگ چائے کے ساتھ (جو انھیں بہت پسند تھی) علمی/سائنسی/دینی/ملی اور بین الاقوامی موضوعات پر سنجیدہ گفتگو کیا کرتے تھے۔ ان رسمی ملاقاتوں میں نعمان بھائی علم وحکمت کے موتی بکھیرتے۔ لیکن جوں ہی گھڑی کی سوئی ایک پر گئی اور وضو کے لیے تیاری شروع، تاکہ راس مسعود ہال کی مسجد میں سوا بجے ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جاسکے۔

تدریسی ملازمت سے سبک دوشی کے بعد بھی انھوں نے اختصاص مضمون میں مطالعہ وتحقیق کا سلسلہ جاری رکھا۔ انھوں نے IITK میں زراتی طبعیات Particle Physics کے مشہور سائنس داں پروفیسر ایچ ایس منی (Prof H.S. Many) کی سرپرستی میں اپنا مقالہ مکمل کیا تھا اور بعدہ بھی تحقیق وتصنیف کا سلسلہ جاری رکھا، جس کی تفصیلات کی ضرورت اور موقع نہیں ہے۔

بیٹی ہالہ کے تحقیقی کام میں بھی رہنمائی فراہم کرتے۔ پروفیسر محمد سلیم کی نگرانی میں محمد یونس بابا کینسر کے علاج کی میتھ میٹیکل ماڈلنگ پر کام کر رہے تھے، نعمان بھائی اس کی سرپرستی فرماتے۔ چنانچہ ۲۰-۲۰۱۹ میں اعلیٰ معیار کے تین تحقیقی مقالے Research articles بین الاقوامی جرائد میں شایع ہوئے، جن میں وہ تیسرے Author تھے۔

قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر کے علاوہ ان کے مطالعہ کا دائرہ انتہائی وسیع تھا۔ سائنس، سماجیات، عمرانیات، معاشیات اور سیاسیات پر بھی تازہ ترین مطبوعات سے حیرت کی حد تک واقف ہوتے۔ ملی، ملکی اور بین الاقوامی واقعات ومعاملات پر بصیرت افروز تبصرے کرتے۔ حالات کے تعلق سے ان کا رویہ رجائیت پسندی کا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوتے، بلکہ ہمیشہ پرامید رہتے اور ہم سب کی بھی حوصلہ

افزائی کا سامان کرتے۔ شرک و بدعت سے سخت بیزار، عقیدہ توحید کے علمبردار اور رجوع الی القرآن کے لیے ہمہ وقت فکر مند رہتے۔ یونیورسٹی اطراف کے حلقہ ہائے دروس قرآن مجید میں ذوق وشوق سے شریک ہوتے اور مزید توسیع کے لیے حوصلہ افزائی کرتے۔

ان کی شدید خواہش تھی کہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم یافتگان کے درمیان انگریزی اور ہندی میں دروس قرآن کے سلسلہ کا آغاز کیا جائے۔ اس ضمن میں کچھ پیش رفت بھی ہوئی لیکن قبل اس کے کہ باقاعدہ پروگرام کا آغاز ہو، کووڈ-۱۹ کی پابندیوں نے اس نیک قدم کے آغاز کی مہلت نہ دی اور نعمان بھائی یہ حسرت لیے ہوئے ہم سے رخصت ہوگئے۔

ڈاکٹر حسن رضا صاحب نے اپنے وفیات کے نوٹ میں ان کی جماعت اسلامی سے وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ وہ ایم ایس سی کے دوران ہی (غالباً 1972) میں رکن ہوگیے تھے۔ جماعت اسلامی کا سارا لٹریچر انھوں نے پڑھا تھا۔ اسلامی تصوف کا بھی انھیں خاصا شغف تھا۔ کشف المحجوب بہت پسند تھا۔ قرآں کے بعد مؤطا امام مالک سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اور لوگوں کو تحفہ پیش فرماتے تھے۔

مناب معلوم ہوتا ہے کہ حسن رضا صاحب کے اظہارِ تحسین وعقیدت کو یہاں نقل کر دیا جائے:

شبلی کو رو رہے تھے ابھی اہل گلستان
حالی بھی ہوگیا سوئے فردوس رہ نورد

''فزکس کے پروفیسر ڈاکٹر رفعت صاحب کی رحلت کے بعد پٹنہ میں فزکس کے معروف استاد پروفیسر اختر صاحب کی موت کی خبر ملی۔ ابھی ان کا کہنا میلا بھی نہیں ہوا ہوگا کہ آج فزکس ہی کے ہمارے دوست اور انتہائی ذہین رفیق پروفیسر نعمان صاحب بھی سوئے فردوس رہ نورد۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

ادھر بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دن پہلے ان کی خیریت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بہتر ہیں۔ پھر آج خبر ملی کہ نہیں، وہ تو راہی ملک عدم ہوگئے۔ نعمان صاحب مرحوم سے بہت ساری یادیں وابستہ ہیں۔ وہ دل کے غنی تھے اور طبیعت کے فقیر۔ فقر وغنا کا ایسا امتزاج تھا کہ ہم سب ان پر رشک کرتے تھے۔ یاد آتا ہے ان کے ایم ایس سی کے فائنل ایئر کا امتحان تھا۔ وہ تحریک کا لٹریچر اس وقت تک پڑھ چکے تھے۔ میں نے کہا اب آپ رکنیت کا فارم بھر دیجیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ فائنل امتحان سر پر ہے، امتحان سے فارغ ہونے کے بعد

فارم بھر دوں گا۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ جماعت اسلامی اپنے ارکان سے وہی مطالبہ کرتی ہے جو اسلام نے مومن و مسلم سے کیا، نہ کم نہ زیادہ۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ ہم کچھ زیادہ مطالبہ کرتے ہیں۔ جس دن جماعت اسلامی اپنے کارکن سے زیادہ مطالبہ کرنے لگے گی اس دن انتہا پسندی کا شکار ہو جائے گی۔ نفل ہر جگہ نفل ہے، ومن تطوع فھو خیر لہ یہ ہر فرد کی قوت برداشت اور حالات پر ہے۔ انہوں نے پوچھا: ہفتہ وار اجتماع سے چھٹی مل جائے گی؟ میں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ آپ کے حالات پر ہے۔ چنانچہ انہوں نے رکنیت کی درخواست دے دی اور میں نے ڈاکٹر ضیاء الہدی صاحب مرحوم سے کہ کر چھٹی دلا دی۔ یوں بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم امتحان کے لیے ۳ ماہ سے ٦ ماہ تک چھٹی نوجوان کارکنوں کو امتحان کی تیاری کے لیے دیتے تھے۔ جب نعمان صاحب کی رکنیت منظور ہوئی تو ہم سب حلقۂ طلبہ کے لوگ بہت خوش ہوئے کہ ایک قیمتی نوجوان ہم لوگوں کی صف میں شریک ہوا۔ شروع سے بڑی بے تکلفی اور یارانہ رہا ان کے جوش جذبے حوصلے اور اسلوبِ اظہار، سب کو ہم لوگ جانتے تھے۔ صاف وشفاف بے ریا آدمی تھے۔ بے دھڑک اظہار کرتے تھے۔ گفتار میں ادبی شان نہیں تھی۔ فزکس کی زبان اور نشانات میں مافی الضمیر کی ادائیگی کی کمی کو باڈی لینگویج سے بے دھڑک پورا کرتے تھے۔ جو لوگ ان کی ان خوبیوں کے ادا شناس نہیں تھے، ان کو بعض اوقات الجھن ہوتی تھی۔ لیکن ہم لوگ لطف اندوز ہوتے تھے۔ شروع سے ان کے اندر صوفیانہ رجحان بھی تھا جو ترقی کرتا گیا۔ بہر حال ایک شان بے نیازی اور بے پروائی تھی لیکن دلجوئی اور دلداری بھی بہت تھی۔ بہت قیمتی آدمی تھے۔ آج یادوں کے سمندر میں کتنی موجیں مضطرب ہو کر ذہن کے پردے سے ٹکرا رہی ہیں اور بھنور بن کر دل میں ہلچل پیدا کر رہی ہے۔ یاد آتا ہے نعمان صاحب سائنس کالج پٹنہ میں مجھ سے ایک سال جونیئر تھے۔ وہ ظفر امام جمشید پور کے کلاس فیلو تھے۔ ظفر امام سے میری پرانی دوستی تھی۔ وہ جماعت اسلامی میں آچکے تھے۔ انہیں کے توسط سے نعمان مرحوم سے قربت ہوئی تھی اور نعمان صاحب کی بہانے ایمرجنسی میں ہم لوگ آئی آئی ٹی کانپور گئے تھے، جہاں رفعت مرحوم سے شناسائی ہوئی تھی۔ اب یہ سب احباب علیین کے بالا خانوں میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان تینوں نیک دل اور پاک باز پروفیسروں کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور مرحومین کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔'' (سوگوار حسن رضا، اسلامی اکیڈمی دہلی)

جماعت کی چند پالیسیوں سے اختلاف کی وجہ سے جب ڈاکٹر ضیاء الہدی صاحب رکنیت سے مستعفی

ہوئے تو نعمان بھائی بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دعوتی کام میں مصروف رہے۔ انھیں کا اثر قبول کرکے IIT / NSI میں وقار اسرار، بدر رضا، اور بدر الحق چند ماہ میں رکن ہو گیے تھے۔ انھوں نے بے شمار افراد کو متاثر کیا۔ وہ انتہائی فعال کارکن اور ہمہ وقت داعی تھے۔ ڈاکٹر سید ضیاء الہدیٰ صاحب سے ان کو بے پناہ عقیدت تھی۔

لیکن تحریک اسلامی سے ان کی جذباتی وابستگی تادم حیات باقی رہی اور وہ اسی نہج پر چند تحفظات کے ساتھ دعوت کا کام کرتے رہے۔ عملی زندگی میں بھی وہ ان اصولوں کی سختی سے پابند تھے، جو شہادت حق کا تقاضا ہے۔ دل کے غنی اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے۔ آئی آئی ٹی کے چند طلباء انھیں دیوتا کہتے۔ اپنی طالب علمی کے زمانہ، نیز IITK کے دور کے غیر مسلم دوستوں سے ان کے ذاتی مراسم تھے، ان میں اکثر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور چند دیارِ غیر میں ہیں۔ ان دوستوں سے ان کے روابط علمی سماجی، اور دعوتی بنیادوں پر استوار تھے۔ ان دوستوں سے بہت مفید اور گراں قدر Feedback حاصل ہوتے تھے۔

سائنس کا طالب علم ہونے کے باوجود انھوں نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں خاصی مہارت حاصل کی تھی۔ وہ عربی و فارسی مصادر سے براہ راست استفادہ کرتے تھے۔

ان کی زندگی قابل رشک تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، انھیں غریق رحمت کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے لواحقین اور مجھے بھی صبر جمیل عطا فرمائے، آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نرم دم گفتگو

(چھوٹے ماموں جناب مطیع الرحمان اعظمی صاحب کی رحلت پر ایک تاثراتی تحریر)

نعمان بدر فلاحی

تقریباً ۷ ماہ قبل ۱۹؍اگست ۲۰۲۰ء کو بڑے ماموں جناب فیض الرحمان صاحب کی رحلت کا زخم ابھی ٹھیک سے مندمل بھی نہیں ہو پایا تھا کہ اچانک ہی ۱۴؍اپریل ۲۰۲۱ء (بمطابق ۲؍رمضان ۱۴۴۲ھ) کو شیخ عبد الصمد (متوفی ۱۹۱۶ء) کے پوتے اور نانا لطف الرحمان عرف منیجر صاحب (متوفی اکتوبر ۲۰۰۲ء) کے دوسرے بیٹے مطیع الرحمان اعظمی (میرے چھوٹے ماموں) بھی اپنے رب سے ملاقات کے لیے آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ماموں کی ولادت ۲؍دسمبر ۱۹۵۰ء کو موضع بندی کلاں (ضلع اعظم گڑھ) کے نزدیک علاقہ کے زمیندار شیخ برکت اللہ (متوفی ۱۹۴۲ء) کی اریلا چھاؤنی میں ہوئی۔ ایک برس کے ہوئے تو والدہ (شافعہ بیگم صاحبہ) کے ہمراہ ہلدوانی (ضلع نینی تال) آ گئے اور بچپن وہیں گذرا۔ ۱۰ برس کی عمر میں ۱۹۶۰ء میں جماعت اسلامی کی نگرانی میں قائم مرکزی درس گاہ اسلامی رامپور میں داخلہ ہوا۔ اس زمانے میں جماعت اسلامی ہند کا مرکز بھی رامپور میں ہی تھا اور اکابرین جماعت مولانا ابو اللیث اصلاحی، مولانا صدر الدین اصلاحی، مولانا سید حامد علی، مولانا جلیل احسن ندوی، اور مولانا عروج احمد قادری وغیرہ وہیں قیام کرتے تھے۔ ان حضرات کی نگرانی اور سرپرستی میں درسگاہ میں تعلیم وتربیت کا ایک مثالی نظام قائم تھا۔ افضل حسین صاحب علیگ' درسگاہ کے ناظم اور اسلام اللہ پریمی صاحب بورڈنگ ہاؤس میں اتالیق تھے۔ مولانا ایوب اصلاحی، مولانا سلیمان قاسمی، سید منظور الحسن ہاشمی، کوثر یزدانی، عرفان خلیلی، ابن فرید، ماسٹر عبد الوحید، ماسٹر عبد الوھاب، اور شوکت علی صاحبان اُس زمانے کے قابل ذکر اور انتہائی فاضل اساتذۂ کرام میں شامل ہیں جن کی صحبت، تربیت اور تعلیم سے بالعموم طلبہ کی ذہنی، فکری اور علمی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

رامپور کے اپنے تذکرہ میں وہ عرفان خلیلی اور مولانا ایوب اصلاحی (۱۹۱۸ء-۲۹؍جنوری ۱۹۹۹ء) صاحبان کا ذکر خیر اکثر بڑے والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے۔ درس گاہ کے تعلیمی ہفتے کے پروگراموں بالخصوص

بیت بازی وغیرہ میں حصہ لیا کرتے تھے۔

رامپور میں درجہ ششم کے بعد ۱۹۶۶ء میں اُن کے والد نے انہیں انجینئرنگ کی تعلیم دلوانے کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے ہائر سکنڈری اسکول میں درجہ ہفتم میں داخل کروادیا جہاں وہ اسٹاف کوارٹرز میں اپنے چچا اور شیخ الجامعہ پروفیسر محمد مجیب کے سکریٹری عبداللطیف اصلاحی ندوی اعظمی (یکم مارچ ۱۹۱۷ء-۱۱رمئی ۲۰۰۲ء) کی سرکاری رہائش گاہ میں ان کے فرزند جناب عبدالحفیظ صاحب کے ساتھ رہائش پزیر رہے۔ بدقسمتی سے دہلی میں انہیں ماحول راس نہیں آیا اور وہ ۱۹۶۸ء میں ہی ہلدوانی واپس چلے گئے اور اس طرح نہ صرف یہ کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا بلکہ نانا جان کا انہیں انجینئر بنانے کا خواب بھی چکنا چور ہوگیا۔ عبدالحفیظ ماموں کے مطابق:

> ''گاؤں میں ابتدائی تعلیم کے بعد نانا شیخ عبدالحیٔ (م ۱۶راگست ۱۹۶۴ء) نے میرا داخلہ مدرسۃ الاصلاح میں کروادیا تھا۔ میں وہاں ایک سال رہا۔ ۱۹۶۰ء میں ابّا کے پاس دہلی آ گیا اور ۱۹۷۰ء تک جامعہ کے سکنڈری اسکول میں (درجہ سوم تانہم) زیرتعلیم رہا۔ اس زمانے میں مطیع الرحمان بھی جامعہ آئے تھے، مجھ سے ایک سال پیچھے تھے۔ ہم دنوں بھائی ساتھ ہی ابا کے مکان میں اوپر کے کمرے میں رہتے تھے۔ انہیں ابن صفی کے جاسوسی ادب سے خاصی دلچسپی تھی، کوئی کتاب چھوڑتے نہیں تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ۶۷-۶۸ء میں دہلی میں تھے''۔ (گفتگو بذریعہ موبائل فون بتاریخ ۲۴راپریل ۲۰۲۱ء)

ماموں کو سنجیدہ علمی کتابوں کی بہ نسبت اخبارات ورسائل، ناول، افسانوں، تاریخی کتابوں اور اردو شعروادب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مشاعروں میں شرکت کرتے اور اچھے خاصے اشعار یاد کر لیتے۔ گھریلو ماحول کے سبب بچپن سے ہی بندوقوں اور شکار وغیرہ کا بڑا شوق تھا۔ جامعہ ملیہ کے زمانۂ طالب علمی کے دوران بھی ایرگن سے کبوتروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ ان کا نشانہ اچوک تھا۔ مرکزی درسگاہ اسلامی رامپور کے طلبہ اور اساتذہ جو سالانہ پکنک پر ہلدوانی اور نینی تال کی سیاحت کے لیے آتے تھے وہ عیسائی نگر میں قیام کے دوران ماموں کے ساتھ شکار اور جنگل کی سیر کو اَب بھی یاد کرتے ہیں۔

فطری طور پر ان کے مزاج اور لہجے میں نرمی تھی۔ آواز بالعموم پست رہتی۔ غالبًا یہ صفت انہیں اپنی والدہ سے وراثت میں ملی تھی۔ خورد وکلاں سبھی سے خندہ پیشانی اور تپاک سے ملتے جس میں خلوص کی آمیزش صاف نظر آتی تھی۔ خوش مزاجی ان کی شخصیت کا جزو لاینفک تھی۔ گزشتہ چند سالوں سے اُن کا یہ معمول تھا کہ اپنی جیب میں ٹافیاں رکھتے تھے، جہاں جاتے بچوں میں تقسیم کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے بچے انہیں 'ٹافی والے دادا' کہنے لگے تھے۔ بچوں سے انہیں خاص لگاؤ تھا، کہیں بھی جاتے بچوں کے ساتھ گفتگو اور ہنسی مذاق ضرور

کرتے ۔اپنی پوتی آمنہ سلمیٰ کو بطور خاص بہت عزیز رکھتے تھے۔

جماعت اسلامی کے باضابطہ رکن تو نہیں تھے مگر اجتماعات کے علاوہ جماعت کے خصوصی پروگراموں میں شرکت اور تعاون کرتے تھے،طلبہ تحریک ایس آئی ایم کی جانب سے دسمبر ۱۹۹۱ء میں بمبئی میں منعقد ہونے والی تاریخی اقدام امت کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔سنتوں اور نوافل کے ساتھ نمازوں کی پابندی اور دعاؤں کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ بڑے ماموں فیض الرحمان صاحب کی بیماری کے زمانے یا ان کی غیر حاضری میں عیسائی نگر کی رونق مسجد میں امامت کا فریضہ بھی انجام دیتے۔۲۰۱۴ء میں فریضہ حج ادا کر چکے تھے۔

ہلدوانی میں جماعت اسلامی کے مقامی امیر ماسٹر عبدالحمید ادیب صاحب اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ’’مطیع الرحمان صاحب نہایت شریف انسان تھے۔ان کے لہجے میں بلا کی نرمی تھی، چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی، ہر شخص سے تپاک سے ملتے گویا برسوں کی شناسائی ہو۔ بہت سے لوگ ان سے رقم اُدھار لے لیتے مگر وہ واپس نہیں لے پاتے تھے۔ وہ ایک مضبوط نظریہ اور فکر کے مالک تھے۔حالات حاضرہ سے باخبر رہتے تھے اور ملکی و ملی مسائل میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ روزآنہ ایک دو بہترین پیغامات ضرور پوسٹ کرتے تھے۔وقت اور ضرورت کے مطابق جماعت کا دامے درمے پورا تعاون کرتے تھے‘‘۔

مرکزی درسگاہ اسلامی، جامعۃ الصالحات رامپور، مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح سے ان کا خصوصی ربط و تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ بڑے بیٹے کو تعلیم کے لیے مدرسۃ الاصلاح اور چھوٹے بیٹوں کو مرکزی درسگاہ میں داخل کیا، جبکہ بیٹیوں کی تعلیم جامعۃ الصالحات رامپور سے ہوئی۔اعظم گڑھ یا جیراج پور کا جب بھی سفر ہوتا‘ جامعۃ الفلاح آمد لازمی تھی، مولانا عبدالحسیب اصلاحی، مولانا نظام الدین اصلاحی اور مولانا شبیر احمد اصلاحی وغیرہ کی خدمت میں حاضری دیتے۔فلاح میں زیر تعلیم اپنے بھانجوں خالد سیف اللہ (عالمیت ۱۹۸۵ء) محمد ساجد (عالمیت ۱۹۹۰ء) نعمان بدر (عالمیت ۱۹۹۴ء) ریحان بدر (فضیلت ۱۹۹۸ء) فرقان بدر (عالمیت ۲۰۰۶ء) اور بھتیجے عبید الرحمان (عالمیت ۱۹۹۰ء) کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے اور تعلیم و تربیت سے مطمئن اور خوش رہتے تھے۔فلاح کے معروف سفیر جناب منشی سہیل احمد صاحب (۵؍جنوری ۱۹۳۲ء- ۳۱؍مئی ۲۰۱۳ء) جب بھی ہلدوانی تشریف لاتے‘ وہ اہل خیر حضرات سے ان کی ملاقاتیں کراتے اور مکمل تعاون دیتے۔منشی جی کی رحلت کے بعد بھی فلاح کو اپنا مالی تعاون مسلسل جاری رکھا۔

پوری زندگی اپنے والد کے ایک مطیع و فرمانبردار بیٹے اور ان کے ڈرائیور کی حیثیت سے خدمت کرتے رہے۔ بالکل اُس جن کی طرح جو اپنے آقا کے سامنے ایک پیر پر کھڑا رہتا ہے۔اُدھر نانا جان کی آواز آئی:

''موطیع! کہاں ہیں؟ چلنا ہے''اور اِدھر وہ حاضر''جی ابو! ٹھیک ہے''۔دہلی، علی گڑھ، بندی کلاں' جیراج پور یا اعظم گڑھ کی رشتہ داریوں میں کہیں بھی جانا ہوٗنانا جان ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔اُن کی ڈرائیونگ بہترین تھی،۷۰کی دہائی میں پہلے جاوا موٹر سائیکل اور پھر بعد میں رائل انفیلڈ پر سوار ہوکر وہ ہوا سے باتیں کرتے تھے۔بچپن کی ایک بات میرے ذہن میں نقش ہے کہ بھرت پور سے ہلدوانی ریلوے اسٹیشن تک کا فاصلہ انہوں نے موٹر سائیکل سے صرف ۸منٹ میں طے کرلیا تھا۔گاڑی پر سوار ہونے کے بعد وہ 'رفتار کے جادوگر' تھے۔

ان کا ذہن شروع سے تکنیکی اور میکانیکی (Mechanical) تھا۔ فارم میں موجود مختلف گاڑیوں، ٹرکٹرز، جیپ، کار اور دیگر مشنریز وغیرہ کے ٹکنکل مسائل کو سمجھنے، اور اسے حل کرنے میں انہیں مہارت حاصل تھی۔جدید الیکٹرونک اشیاء مثلاً ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو، کیمرہ، دوربین، گھڑی اور فون جیسی چیزوں میں ان کی دلچسپی حد سے زیادہ رہتی تھی۔

ماموں کا نکاح اپنے استاذ مولوی محمد ایوب اصلاحی (جیراج پور) کی دختر نیک اختر خالدہ بیگم صاحبہ کے ہمراہ ۱۷/جون ۱۹۷۰ء کو محض ۲۰ برس کی عمر میں ہوگیا تھا۔صحت بچپن سے ہی اپنے والد کی طرح بہت اچھی تھی۔ہر وقت چاق و چوبند اور متحرک رہنا ان کے معمول میں شامل تھا۔۲۰۰۵ء میں پہلی بار دل کا عارضہ لاحق ہوا تو خاندانی معالج ڈاکٹر بی سی پانڈے کے مشورے سے احتیاطی تدابیر، دواؤں، پرہیز اور ورزش وغیرہ سے کام چلاتے رہے۔چنانچہ ۲۰۱۳ء کے بعد پہلی مرتبہ ۱۴/اپریل ۲۰۲۱ء کو افطار اور مغرب کی نماز کے بعد دل کی جو تکلیف ابھری تو وہ ڈاکٹروں کی فی الفور طبی کوششوں کے باوجود جان لیوا ثابت ہوئی۔بالآخر اہلیہ کے علاوہ ۳ بیٹوں، ۴ بیٹیوں اور ایک درجن سے زیادہ پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس جہان فانی سے عالم آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ اللہ رب العزت ان کی لغزشوں' کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے، اعمال صالحہ اور حسنات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ بارگاہ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ رب العزت ماموں کی قبر کو نور سے بھر دے۔ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ خاندانی تہذیب و شرافت اور ان کی صالحیت کا وارث اور ان کی نیک سیرت کی اتباع کرنے والا بنائے، آمین

۱۵/اپریل کی دوپہر میں چلچلاتی دھوپ اور گرم ہواؤں کے تھپیڑوں کے درمیان ان کی قبر پر مٹی ڈال کر واپس آتے ہوئے اُسی قبرستان میں انہی کا سنایا ہوا ایک شعر میری زبان پر تیر رہا تھا۔

نہیں معلوم یہ شہر خموشاں کیسی بستی ہے
زمیں آباد ہوجاتی ہے ویرانی نہیں جاتی

●▭●

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

ڈاکٹر زہیر احمد فلاحی

جامعۃ الفلاح میں میری فضیلت کا سال آخر چل رہا تھا۔ میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ مجھے جامعۃ الفلاح میں ہی رہ کر تدریسی فرائض انجام دینے ہیں۔ عصری علوم کے تعلق سے میرے احساسات کافی مایوس کن تھے، اس لیے میں نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ مجھے یونیورسٹی کا راستہ قطعاً نہیں دیکھنا ہے۔ لیکن کیا پتا تھا کہ احسان ماموں کی دوررس نگاہیں مجھے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کیے لیے مجبور کردیں گی۔ فضیلت ختم ہوتے ہی آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی-اے کرنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ پہلے نمبرات کی بنیاد پر داخلے ہوا کرتے تھے اسی بنا پر میرا بھی انتخاب عمل میں آیا۔ رپورٹنگ کی تاریخ طے ہوئی تو میں جامعۃ الفلاح سے اس کے لیے روانہ ہوا۔ ماموں جان بذات خود موٹر سائیکل سے صبح تڑکے مجھے اسٹیشن رسیو کرنے آئے۔

انتہائی سادہ مزاج، خوش اخلاق، ملنسار اور غم خوار شخصیت ہمارے درمیان سے یک لخت رخصت ہو کے وہ کاری زخم دے گئی کہ جس کو زمانہ آسانی سے مندمل نہیں کرسکتا۔ بخدا اگر مرضی مولیٰ پیش نظر نہ ہوتی تو سینہ رنج وغم سے پھٹ پڑتا لیکن 'مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ'۔

آپ کی موت ہمارے لیے عرب شاعر کے اس شعر کے مصداق ہے

فما كان قيس هلكه هلک واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

آپ کی وفات نے یقیناً کاری اثرات چھوڑے ہیں اور ہر ایک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

کتنا پیارا نام آپ کا۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ بتوفیق خداوندی اسم با مسمیٰ تھے احسان کے دو معنی ہیں۔ دونوں پر آپ صد فیصد کھرے اترتے تھے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا آپ نے ہمیشہ اپنے اور پرائے سب کے ساتھ احسان کیا اور کبھی جتایا نہیں۔ دوسرا یہ کہ جو کام اور امانت آپ کے سپرد ہو اس کو کما حقہ ادا کرنا اور بحسن وخوبی انجام تک پہونچانا۔ اسی وجہ سے آپ انہیں ذمہ داریوں کو قبول کرتے جو آپ کے بس میں ہوتی تھیں پھر اس کو احسن طریقے سے انجام دیتے تھے۔ آپ کی مختصر سی حیات اپنے اندر درس وعبرت کے کئی

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

باب سموئے ہوئے ہے۔ ذیل میں آپ کی شخصیت کے چند ابھرے ہوئے پہلوؤں کا تذکرہ ہے:

محنت و جانفشانی

اگر میں نہایت اختصار کے ساتھ یہ کہوں کہ مرحوم کی زندگی جدو جہد جفاکشی خودداری اور قناعت سے عبارت تھی تو بے جا نہ ہوگا یونیورسٹی میں ملازمت سے قبل کسب معاش کے لیے آپ نے جاں توڑ جدو جہد کی ممانی اکثر ہم لوگوں سے بتایا کرتی تھیں کہ آپ کے پاس اس وقت ایک سائیکل تھی جس پر سوار ہو کر آپ اوپر کوٹ مدرسے میں پڑھانے جاتے مدرسے سے واپس آنے کے بعد دوبارہ بچوں کو مختلف مقامات پر ٹیوشن پڑھاتے تھے۔ موسم گرماں میں آپ کی شیروانی پسینے میں تر ہوا کرتی تھی لیکن کبھی بھی آپ اپنی زبان پر حرف شکایت نہ لاتے سردی ہو یا گرمی برسات ہو یا بہار آپ کے کاموں میں کبھی انقطاع (Interruption) نہیں ہوا۔

یونیورسٹی میں ملازمت کے بعد لوگوں کی اکثریت گھریلو امور بذات خود انجام نہ دیکر حسب استطاعت مزدور سے کام لیتے ہیں میرا ماموں جان سے بارہا ایسے کاموں کے سلسلے میں سابقہ پڑا جب کہ میں نے آپ سے کہا کہ مزدور رکھ لیجیے لیکن وہ ہمیشہ ہم لوگوں کو طنز کرتے کہ جوانی کس کام کی ہے تم لوگ تو ابھی سے بوڑھوں کا سا معاملہ کر رہے ہو۔ آپ ہمارے ساتھ مل کر ایک معمولی انسان کی طرح کام کرتے تھے۔ شاید آپ کی اس محنت و جانفشانی کا صلہ تھا جسے اللہ نے آپ کو ایک باوقار ادارے میں ملازمت کی صورت میں عطا کیا تھا۔ یونیورسٹی میں ملازمت کے بعد بھی آپ کی اس صفت حمیدہ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اکثر و بیشتر وہ صبح یونیورسٹی جاتے تھے اور شام کو واپس اتے تھے۔ امتحانات اور ٹسٹ کے دوران آپ کی مصروفیت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ گھر پہ ملنا ناممکن سا لگتا تھا۔ ویمنس کالج (عبداللہ) کے کئی سینئر پروفیسر حضرات سے میری براہ راست گفتگو ہوئی۔ سبھوں نے آپ کی محنت و جانفشانی اور ایمانداری کو سراہا۔ پروفیسر شبانہ حمید شعبہ لسانیات کے بقول ''فہد بھائی کے ساتھ مجھے سالہا سال کام کرنے کا موقع ملا۔ ایڈمیشن ٹیم کے وہ روح رواں تھے آپ کی وجہ سے ہمیں بے حساب اطمینان قلب رہتا تھا۔ لیکن کیا پتا تھا کہ ایک دن یہ آواز کہ ''کیسی ہیں شبانہ آپا'' ایک بازگشت بن کے رہ جائے گی''۔

ایک تعزیتی نشست میں پرنسپل ویمنس کالج پروفیسر نعیمہ خاتون نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

> ''عبداللہ کالج کے تئیں احسان اللہ فہد کی خدمات ناقابل فراموش ہیں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کبھی بھی کالج کے کسی کام کے لیے نہ نہیں کیا۔ بلکہ خود آگے بڑھ کر ذمہ داری اٹھائی۔ اس کالج کی تاریخ میں فہد کی خدمات سنہرے الفاظ میں لکھی جائے گی۔ آپ کے بغیر

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

عبداللہ کالج ویران رہے گا۔''

سادہ مزاجی

نبی کا فرمان ہے کہ''کن فی الدنیا کانک غریب او عابد سبیل''(بخاری)

دنیا میں زندگی اس طرح گزارو جیسے کہ تم اجنبی ہو یا مسافر ہو۔

میں نے مرحوم کو اس حدیث کا مصداق پایا۔آپ کو ہر طرح کے نام ونمود اور دکھاوے سے کوسوں دور تھے آپ کی زندگی شہرت اور نام نمود کی آلائشوں سے پاک تھی۔

مرحوم کی سادہ مزاجی سے ہر خاص وعام بخوبی واقف تھا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پرفیسر بننے کے بعد بھی آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا آپ نہایت سادہ مزاج انسان تھے۔آپ کو اللہ نے ہر آسائش زندگی سے نواز تھا لیکن آپ نے کبھی فضول خرچی کا مظاہرہ نہیں کیا۔بچوں کو ہمیشہ سادہ مزاجی کی تلقین کرتے۔ اکثر آپ کو محلے میں کسی صاحب کے یہاں جانے کا اتفاق ہوتا تو موٹر سائیکل وغیرہ کی بجائے پیدل جانا پسند کرتے تھے۔تہبند اور کرتا آپ کا پسندیدہ لباس تھا جسے آپ یونیورسٹی سے واپس آکر زیب تن کر لیتے تھے۔ آپ کی چپلیں اکثر اتنی بوسیدہ ہو جاتی تھی کہ میں بار ہا آپ سے کہہ دیتا کہ ماموں دوسری چپل لے لیں لیکن آپ کا جواب ہمیشہ یہی رہتا کہ ابھی یہ ساتھ دے رہی ہے تو دوسری کیوں لوں۔بازار سے سودا سلف خود پیدل چل کر لے آتے تھے غرض کی گھر کی کوئی بھی چھوٹا بڑا کام ہوا اسے کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے تھے۔

سخاوت اور فیاضی

قناعت پسندی کے ساتھ سخاوت کا بھر پور مظاہرہ کرتے تھے۔والد محترم مرحوم عبارت حسین صاحب کا دیا ہوا درس کہ''چادر دیکھ کر انسان کو پیر پھیلانا چاہیے''پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اپنے اعزہ و اقارب اور عزیز ورفقاء کے ساتھ بھر پور سخاوت وفیاضی کا معاملہ کرتے تھے۔آپ کی یہی سخاوت اور فیاضی تھی جس نے آپ کو ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ہمارے گاؤں بجوا کلاں (بلرام پور) سے جب بھی کوئی فرد علی گڑھ آتا تھا تو اس کے قیام وطعام کا پورا ذمہ آپ ہی لیتے تھے گھر پر جیسا بھی انتظام ہو مہمان کے ساتھ ما حضر پیش کرتے کبھی آپ نے تکلف اور تصنع سے کام نہیں لیا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کون نہیں پڑھنا چاہتا ہے ہر کوئی اس بحر بیکراں سے لعل وگہر سمیٹنے کی خواہش رکھتا ہے لیکن چند ہی کو اس کی توفیق ملتی ہے ان میں بھی جن کو توفیق ملتی بھی ہے تو طلباء کی کثرت تعداد کی وجہ سے

ہاسٹل بآسانی سے نہیں مل پاتا اس لیے رہائش کی دقت ہوتی ہے۔علی گڑھ میں طلبا کی ایک معتد بہ جماعت کرایے پر رہ کر تعلیم حاصل کرتی ہے۔ مرحوم کے یہاں سے آپ کے جاننے والوں کی ایک اچھی تعداد نے سکونت اختیار کر کے تعلیم حاصل کی ہے۔آپ نے نہایت خوش دلی سے ہر ایک کا تعاون کیا ہے جو کہ آپ کے لیے بلاشبہ ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ دوسروں کی راحت کی خاطر اپنے آرام وسکون کو تج دینے جذبہ آج کی اس مادی دنیا میں خال خال ہے۔ موصوف کے اندر راقم نے یہ جذبہ بدرجہ اتم پایا۔ علاوہ ازیں میں ایک اس سلسلے میں ایک واقعہ نقل کرنا چاہوں گا: ماموں ہی کے جاننے والے ایک صاحب کسی کے یہاں کرایے پر رہتے تھے ایک دن ان کی مالک مکان سے کچھ ان بن ہوگئی جس پر مالک مکان نے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا۔ ماموں جان کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ان سے کہا کہ جب تک دوسرا مکان نہیں مل جاتا آپ کی پوری فیملی ہمارے گھر رہے گی۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے ان کے لیے اپنے گھر کا ایک کمرہ بھی مختص کر دیا۔

آپ کی یہ سخاوت وفیاضی ملک کے غیر مسلمین برادران کے ساتھ بھی وابستہ رہی۔ میرے گھر کے پیچھے ایک غیر مسلم کا مکان ہے۔اس مکان پر پلاسٹر نہیں ہوا تھا ایک شب میں اس کے یہاں کچھ چور گھس آئے دیوار چونکہ کچی تھی اس لیے چوروں نے اس میں آسانی سے سیندھ لگالی ماموں کا گزر جب اس مکان سے ہوا تو آپ نے احوال دریافت کیے اور مکان مالک سے کہا کہ اس دیوار کو پلاسٹر کروادو جو لاگت آئے گی میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد مکان مالک نے اسے پلاسٹر کروا دیا۔

مرحوم کی ایک خاص خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ایسے افراد کو مستقل تلاش کرتے رہتے تھے جو مالی تعاون کے مستحق ہوں پھر پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر ان کی مدد کیا کرتے تھے۔آپ کی صفت مجھے اللہ کے ان نیک بندوں کی یاد دلاتی ہے جن کے ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

> الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُواُ مَنّاً وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُون(البقرہ: ۲۶۲)
>
> (جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر ان کو دینے کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ہی تکلیف دیتے ہیں۔ان کا اجر وثواب ان کے رب کے پاس ہے اس سلسلے میں ان کو نہ کچھ اندیشہ ہے نہ غم)

شخصیت سازی

مرحوم کو اللہ نے دوسروں کی شخصیت سازی کا عجیب وغریب ملکہ عطا کیا تھا۔مرحوم کے چھوٹے بھائی

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

ڈاکٹر عطاء اللہ فہد کے بقول ''میں جامعۃ الفلاح میں صرف عربی سوم تک ہی پڑھ سکا۔ پڑھائی میں دل نہ لگنے کی وجہ سے میں گھر چلا آیا۔ جس پر ابا جان نے مجھے دلی لے جا کر مزدوری کرانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا میں دہلی پہنچا۔ ابا کے ایک دوست کے مکان کی تعمیر ہورہی تھی مجھے بطور مزدور رکھا گیا۔ ابا نے اپنے دوست سے یہ تاکید کردی تھی کہ اس سے اس کی طاقت سے زیادہ محنت کرانا تاکہ دوبارہ جامعۃ الفلاح واپس چلا جائے اور تعلیم میں دل لگائے۔ احسان بھائی کو جب اس کی خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور ابا کو کسی طرح منا کر دوبارہ ایک دوسرے مدرسے میں میرا داخلہ کرایا۔ اگر آج میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیہ کالج میں اسٹنٹ پروفیسر ہوں تو اس کا سہرا صرف اور صرف احسان بھائی کے سر بندھتا ہے''۔

اس سلسلے میں راقم بھی انہی الفاظ کو دہرانا پسند کرے گا اگر میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی-اے، ایم-اے، نیٹ (NET) جے آر ایف (JRF) اور پی ایچ ڈی کرکے شعبہ لسانیات میں گیسٹ فیکلٹی بن سکا تو ان سارے مراحل میں مجھے ہر آن احسان ماموں کی مصیت نصیب رہی۔ قدم قدم پر رہنمائی کرنا پھر لسانیات جیسے مضمون کا انتخاب جن سے اکثر و بیشتر مدرسے کے بچے دور رہتے ہیں بلکہ شاید میں پہلا فرد تھا جس نے اس میدان میں خدا نام لیکر قدم رکھا اب الحمدللہ فلاحیوں کی ایک تعداد اس مضمون کی جانب مائل ہوئی ہے۔

علمی سرگرمیاں

ایک سماجی اور سرگرم زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ علمی سرگرمیوں کو پروان چڑھانا اور خود کو تعلیم و تعلم سے متحرک انداز (Actively) میں جوڑے رکھنا وہ فن ہے جو ہر ایک کو نہیں نصیب ہوتا۔ جب ہم موصوف کی علمی زندگی پہ ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح سے آپ اس خوبی سے متصف تھے۔ راقم کا بذات خود بعینہ مشاہدہ ہے کہ جب آپ کو کوئی مضمون لکھنا ہوتا یا کسی چیز کے سلسلے میں کچھ مطالعہ کرنا ہوتا تو آپ دنیا و مافیہا سے کٹ جاتے تھے۔ پھر چاہے گھر میں کتنا ہی شور ہنگامہ ہو دنیا کی مشغولیتیں کتنی ہی بڑھ گئی ہوں کیا مجال کہ آپ کو ذرہ برابر بھی کوئی رکاوٹ آڑے آئے۔ بلا کی محویت تھی جو آپ کو اس سلسلے میں حاصل تھی اگر آپ کی تصانیف کی بات کی جائے تو مختلف موضوعات پر آپ کی ۵ سے زائد کتابیں۔ سیکڑوں ریسرچ پیپر اور علمی مقالات ۸۰ کے آس پاس مختلف نیشنل اور انٹرنیشنل کانفرنسز اور ورکشاپ میں آپ کی شرکت اس بات کا غماز ہیں کہ آپ ایک سماجی انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز اسکالر اور علم دوست بھی تھے۔ آپ کا سوانحی خاکہ (Biodata) یونیورسٹی ویب سائٹ www.amu.ac.in سے ڈاؤنلوڈ کیا جاسکتا ہے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

آپ کی تصانیف اور علمی مقالات کی فہرست درج ذیل ہے:

☆ ہندو دھرم، سنگھ پریوار اور مسلمان۔ پبلیکیشن ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۱۷ء

☆ سرسید کی قرآنی فکر۔ پبلیکیشن ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۱۷ء

☆ تفسیر بالماثور کا تاریخی ارتقاء- ایک تحقیقی جائزہ۔ مشکوٰۃ پرنٹرس علی گڑھ، ۲۰۱۵ء

☆ امام ابن جریر طبریؒ حیات وخدمات۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی۔ ۲۰۰۲ء

☆ پانچویں آپ کی کتاب ''خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات'' زیر طبع ہے۔

آپ کے علمی مقالات کی فہرست درج ذیل ہے:

۱- زمین عرب گل کھلاتی ہے کیا کیا- ایک مطالعہ، ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی سیرت نگاری ،مجموعہ مقالات، مرتب ڈاکٹر عبید اللہ فہد، ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی، پبلی کیشن ڈویژن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۲۰ء

۲- قرآن کریم میں صحابیات کے اوصاف کا تذکرہ، صحابیات طیبات رضی اللہ عنہن، مرتب ڈاکٹر محمد طاہر، شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۹ء

۳- تعلیم نسواں اور سرسید، ماہنامہ تہذیب الاخلاق (سرسید نمبر) اے ایم یو علی گڑھ، اکتوبر ۲۰۱۹ء

۴- پروفیسر فہد فلاحی کا مطالعہ مدارس، جامع البحرین پروفیسر عبید اللہ فہد فلاحی، مرتب پروفیسر مسعود عالم فلاحی، مطبع ایچ ایس آفسیٹ دہلی ۲۰۱۹ء

۵- خطبات بہاول پور- ایک تجزیاتی مطالعہ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا علمی ورثہ اور اس کی عصری معنویت، مرتب: پروفیسر محسن عثمانی، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز نئی دہلی، ۲۰۱۹ء

۶- مولانا محمد واضح رشید ندوی کی تحریروں میں قرآنی استدلال، ماہنامہ ندائے اعتدال، علی گڑھ، مارچ اپریل ۲۰۱۹ء

۷- سناتن دھرم اور انسانی اقدار، مجلّہ درسات دینیہ، فیکلٹی آف تھیالوجی اے ایم یو علی گڑھ، ۲۰۱۸ء

۸- امن کا قرآنی تصور- سید قطب شہید کے افکار کا مطالعہ، قرآن کا تصور عروج وزوال، عصر حاضر کے خصوصی تناظر میں، ادارہ علوم القرآن شبلی باغ علی گڑھ، ۲۰۱۸ء

۹- اسلام، مغربی استعمار اور اکبر الہ آبادی، ماہنامہ تہذیب الاخلاق، اے ایم یو علی گڑھ، ستمبر ۲۰۱۸ء

۱۰- قرآن کریم اور مذہبی آزادی، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، جولائی ۲۰۱۸ء

۱۱- امام طبری اور ان کی تفسیر جامع البیان- ایک مطالعہ، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری- مارچ ۲۰۱۸ء

۱۲- مہاجرین حبشہ مسلم اقلیت کے لیے ایک نمونہ، مجلّہ رہبر انسانیت، سیرت کمیٹی اے ایم یو علی گڑھ، ۲۰۱۸ء

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

۱۳-قرآن مجید میں انبیاء کے دعوتی اسلوب کا تذکرہ، ماہنامہ زندگی نو،نئی دہلی، دسمبر ۲۰۱۷ءاور جنوری ۲۰۱۸ء

۱۴-ہندو مسلم تعلقات اور سنگھ پریوار، سہ ماہی مطالعات انسٹی ٹیوٹ اف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۷ء

۱۵-اکبرالہ آبادی کی اسلام پسندی، سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، جولائی ۲۰۱۷ء، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

۱۶-حجر اسود کی حقیقت اور سر سید کا نقطہ نظر، ماہنامہ تہذیب الاخلاق، اکتوبر ۲۰۱۷ء علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۷-شیخ حارث المحاسبی کا نظر تصوف، سہ ماہی فکر ونظر، جون ۲۰۱۷ء علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۱۸-اسرار شریعت کے مباحث اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ماہنامہ، براہین (شاہ ولی اللہ نمبر) شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، مارچ ۲۰۱۷ء

۱۹-سیدہ زینب بنت جحش کا رسول اکرم ﷺ سے نکاح، مقدس مائیں (مجموعہ مقالات) شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ ۲۰۱۷ء

۲۰-صحابہ کرام کا مقام و مرتبہ، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، مارچ ۲۰۱۷ء دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔

۲۱-حبّ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے، عشق محمد ﷺ، سیرت کمیٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۲۰۱۷ء

۲۲-مکی سورتوں میں اعجاز القرآن کا چیلنج، اسلام اور عصر جدید، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، اکتوبر۔ ۲۰۱۶ء

۲۳-تعدد ازدواج اور اسلام (سر سید احمد خاں کے افکار کا مطالعہ) اسلام کا عائلی نظام۔ انسانیت کے لیے رحمت کا پیغام (مجموعہ مقالات سمینار) اداہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۰۱۶ء

۲۴-سماجی برائیوں کا ازالہ۔ سرسید کا نقطہ نظر۔ مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی آف تھیالوجی، اے ایم یو علی گڑھ۔ ۲۰۱۶ء

۲۵-ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عصمت و عفت، مومنوں کی مائیں، مجموعہ مقالات بین الاقوامی سمینار سیرت امہات المومنین ۱۹، ۲۰/نومبر ۲۰۱۶ء شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ یوپی۔ ۲۰۱۶ء

۲۶-مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف سیرت سرور عالم، ایک مطالعہ، ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی، نومبر ۲۰۱۶ء

۲۷-تفسیر ابن جریر طبری۔ طریقہ تدریس و استفادہ، مجلّہ ''الدین'' سنّی تھیالوجکل سوسائٹی، شعبہ دینیات، (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۶ء

۲۸-اصلاح معاشرہ اور سر سید احمد خاں کا طریقہ کار، ماہنامہ تہذیب الاخلاق، اکتوبر ۲۰۱۶ء ادارہ تہذیب الاخلاق ونشانت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۹-سبعۃ احرف کی تشریح اور سرسید کا نقطہ نظر، اسلام اور عصر جدید، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامی نئی دہلی، جولائی ۲۰۱۶ء

۳۰-مولانا شبلی نعمانی اور درس نظامی، مطالعات شبلی (مقالات سیمنار شبلی صدی سمینار ۲۰۱۴) دارالمصنفین ،شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ ۲۰۱۶ء

۳۱-ساتویں خطبہ میں علوم القرآن کے مباحث ۔خطبات احمد یہ کا مطالعہ (مقالات سمینار کا انتخاب) سیرت کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی گڑھ ۲۰۱۶ء

۳۲-سیرت طیبہ میں دارارقم کی معنویت ،فکر محمدﷺ ،سیرت کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۶ء

۳۳-انسانی معاشرہ کا تدریجی ارتقاء، ماہ نامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔۲۰۱۶ء

۳۴-تفسیر سورہ یوسف کے علمی وادبی مباحث ماہنامہ براہین ، مولانا ابوالکلام آزاد (خصوصی نمبر) اپریل ۲۰۱۶ء شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، مسجد کا کانگر ذاکر حسین مارگ نئی دہلی۔

۳۵-فساد فی الارض کا قرآنی تصور (تفہیم القرآن کا مطالعہ) مجلّہ درسات دینیہ، فیکلٹی آف تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۵ء

۳۶-فساد فی الارض کا قرآنی تصور۔ تفہیم القرآن کے حوالے سے، سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، اکتوبر- دسمبر ۲۰۱۵ء

۳۷-سید سلیمان ندوی کی قرآنی خدمات، مجموعہ تلخیص مقالات سیمینار بعنوان ''دارالمصنفین ،اس کے معمار، رفقاء اور خدمات''، منعقدہ ۱-۲ رنومبر ۲۰۱۵ء دارالمصنیفن شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

۳۸-خواتین سے متعلق نبوی تعلیمات (مالک رام کا مطالعہ) مجموعہ مقالات عہد رسالت میں خواتین کی حصہ داری، سیرت کمیٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۵ء

۳۹-مکہ مکرمہ کے اولین مسلمان، ذکر محمدﷺ ،سیرت کمیٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۵ء

۴۰-علامہ شبلی نعمانی کا تجویز کردہ نصاب تعلیم اور جامعۃ الفلاح مجموعہ مقالات شبلی نعمانی شخصیت اور عصری معنویت، نگراں پروفیسر سید ہاشم، سنٹر آف ایڈوانسڈ اسٹڈی شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۵ء

۴۱-علامہ شبلی نعمانی کے افکار کی روشنی میں مغربی نظام تعلیم، سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مارچ ۲۰۱۵

۴۲-مغرب اور اسلام (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے افکار کا مطالعہ) (مجموعہ مقالات) مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، اپنے افکار کے آئینہ میں، ترتیب وتعلیق ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی، مدرسۃ العلوم الاسلامیہ علی گڑھ، فروری ۲۰۱۵ء

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

۴۳-ملی مسائل پر مولانا مجیب اللہ ندوی کا جرأت مندانہ موقف، افکار مجیب، مجموعہ مقالات دو روزہ قومی سیمنار بعنوان مولانا مجیب اللہ ندوی ایک عظیم دانشور اور صاحب نظر عالم، مولانا مجیب اللہ ندوی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ رشاد نگر، اعظم گڑھ یوپی ۲۰۱۴ء

۴۴-اسلام کا نظریہ امن و ترقی (سید قطب شہید کے افکار کا مطالعہ) سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اکتوبر دسمبر ۲۰۱۴ء

۴۵-فقہ ظاہری اور امام ابن حزم، مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۱۴

۴۶-عصمت انبیاء اور سرسید، ماہنامہ تہذیب الاخلاق (سرسید نمبر) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اکتوبر ۲۰۱۴ء

۴۷-سرسید کا نظریہ اعجاز القرآن، سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ستمبر ۲۰۱۴

۴۸-امام غزالی اور ان کا فلسفہ اخلاق، سہ ماہی اسلام اور عصر جدید (خصوصی شمارہ پیکر دین و دانش: امام غزالی) ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، اپریل-جولائی ۲۰۱۳ء

۴۹-مولانا محمد علی جوہر کی صحافت، سہ ماہی فکر و نظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جنوری-مارچ ۲۰۱۴ء

۵۰-جہاد فی سبیل اللہ کا قرآنی تصور (مولانا مودودی کی نادر تصنیف الجہاد فی الاسلام کا مطالعہ) ویمنس کالج میگزین ۱۴-۲۰۱۳ء علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۵۱-قرآن کریم کی منظر نگاری-سید قطب کے افکار کا مطالعہ، ماہنامہ تہذیب الاخلاق، قرآن نمبر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ستمبر ۲۰۱۲ء

۵۲-مولانا محمد بن یوسف سورتی کی علمی و دینی خدمات، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر میں منعقدہ رابطہ ادب اسلامی کے ۲۸ رویں مذاکرہ علمی کی مناسبت سے گجرات کی اہم شخصیات پر پیش کیے جانے والے مقالات کا گراں قدر مجموعہ ''گجرات کی علمی و ادبی شخصیات'' مارچ ۲۰۱۱ء، جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ، گجرات

۵۳-مسئلہ حجاب اور عالم اسلام (شیخ عبداللہ کے افکار کا تجزیہ) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، فروری ۲۰۱۱ء اے ایم یو علی گڑھ۔

۵۴-سید ابوالاعلی مودودی کی سیرت نگاری، مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی دینیات، اے ایم یو علی گڑھ ۲۰۱۰ء

۵۵-مولانا محمد بن یوسف سورتی کی علمی و دینی خدمات، ماہنامہ البلاغ (گجراتی) جمبوسر، بھڑوچ، گجرات، جون ۲۰۱۰ء

۵۶-شاہ ولی اللہ دہلوی کا نظریہ عدل، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری-مارچ ۲۰۱۰ء

۵۷-دعوت دین کے لیے کمپیوٹر سائنس کا استعمال، دو ماہی الصفا، نئی دہلی، جون ۲۰۱۰ء۔

۵۸-قومی یکجہتی اور ذرائع ابلاغ، ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مئی ۲۰۱۱

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

۵۹-ایک اچھے استاد کی صفات (قرآن وحدیث کی روشنی میں) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ جون ۲۰۰۹ء

۶۰-موطاامام مالک کی درجہ بندی اوراس کے مقام کی تعیین، مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی دینیات اے ایم یوعلی گڑھ، ۲۰۰۹ء

۶۱-تحریک پیام انسانیت اور دعوت دین (ایک تجزیاتی مطالعہ) ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ، مارچ ۲۰۰۹ء

۶۲-کابل میں عارضی ہندوستانی حکومت کا قیام "نوا" عبداللہ ہال میگزین ۰۹-۲۰۰۸ء

۶۳-بی اماں اوران کی اسلام پسندی، ویمنس کالج میگزین، اے ایم یوعلی گڑھ، ۰۸-۲۰۰۷ء

۶۴-قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے مسائل (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار کا مطالعہ) سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی-ستمبر ۲۰۰۶

۶۵-عصر حاضر کے دعوتی چیلنجز، ملکی تناظر میں، مجموعہ مقالات دعوت اسلامی اور مدارس دینیہ، ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ ۲۰۰۶ء

۶۶-سیدہ زینب الغزالی، دور حاضر کی عظیم مجاہدہ خاتون، جدید نسائیت کا ظہور، ویمنس کالج میگزین، ویمنس کالج اے ایم یوعلی گڑھ ۲۰۰۶ء

۶۷-مذاہب عالم میں مساوات کا تصور اور قرآن، راہ اعتدال، عمرآباد، اپریل-مئی ۲۰۰۵

۶۸-اسلام-مغرب اور انتہاپسندی، مجلّہ دراسات دینیہ فیکلٹی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۵ء

۶۹-مولانا اکبرآبادی کی تحریر: عہد نبوی کے غزاوت وسرایا مجموعہ مقالات مولانا سعید احمد اکبرآبادی: احوال وآثار، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۵ء

۷۰-سید قطب شہید کی شاعری میں اسلامی رجحانات، مجموعہ مقالات النزعات الجدیدۃ فی الشعر العربی الحدیث، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۵ء

۷۱-انسانی حقوق اور احادیث نبوی، ماہنامہ زندگی نوئی دہلی، نومبر ۲۰۰۴ء

۷۲-قرآنی کریم اور انسانی حقوق، دوماہی الصفائی دہلی، جنوری-فروری ۲۰۰۴ء

۷۳-امام ابن جریرطبری کی تاریخ نگاری، مجلّہ الدین، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۴ء

۷۴-حفیظ میرٹھی کے کلام میں انسانی کردارسازی، سہ ماہی کاروان ادب لکھنؤ، اکتوبر ۲۰۰۳ء تا ستمبر ۲۰۰۴ء

۷۵-انسانی حقوق اور احادیث نبوی،، فصلنامہ راہ اسلام،، اپریل تا جون ۲۰۰۴ء خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۱۸ تلک مارگ نئی دہلی

۷۶-نیا عالمی نظام اور اسلام (ترجمہ) ماہنامہ تہذیب الاخلاق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مئی ۲۰۰۲ء
۷۷-خواتین کی ذمہ داریاں (تبصرہ) ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، فروری ۱۹۹۸ء
۷۸-اسوہ صحابہ (تبصرہ) ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی جنوری ۱۹۹۸ء
۷۹-امام بخاری اور ان کی الجامع الصحیح، سہ ماہی فکر ونظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جنوری-مارچ ۱۹۹۷ء
۸۰-تزکیہ نفس اور اس کے ذرائع، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، نومبر ۱۹۹۶ء
۸۱-امثال القرآن (تبصرہ) ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، نومبر ۱۹۹۶ء
۸۲-حجاب رام پور حقوق نسواں نمبر (تبصرہ) ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی، جولائی ۱۹۹۶ء
۸۳-مولانا عبدالحئ فرنگی محلی: تصانیف وافکار، ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۶ء
۸۴-معروف ومنکر کی شرعی حیثیت، ماہنامہ تہذیب الاخلاق۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جون ۱۹۹۶
۸۵-امام ابن حزم کے عالمانہ فضائل، اسلام اور عصر جدید، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۴ء
۸۶-امام ابن حزم: حیات وافکار، سہ ماہی فکر ونظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اپریل-جون ۱۹۹۴ء
۸۷-علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک فہم قرآن کے اصول، ترجمان القرآن، لاہور، پاکستان، ستمبر ۱۹۹۴ء
۸۸-شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات، آثار جدید، مؤ، اگست-اکتوبر ۱۹۹۳ء
۸۹-امام احمد بن حنبل اور ان کی المسند، اسلام اور عصر جدید، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۳ء
۹۰-امام ابوحنیفہ اور علم حدیث، ماہنامہ برہان، دہلی، ستمبر ۱۹۹۳ء
۹۱-شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (تحریک احیائے اسلام کا ایک درخشاں باب) ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی، جون ۱۹۹۳ء
۹۲-علامہ مخدوم علی مہائمی اور ان کے علمی آثار، ماہنامہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔ مارچ ۱۹۹۳ء
۹۳-امام فخر الدین رازی اور ان کی تصنیفات، آثار جدید مؤ، جنوری ۱۹۹۳ء
۹۴-امام غزالی اور انکا فلسفہ اخلاق، ماہنامہ اسلام اور عصر جدید، نئی دہلی، اکتوبر ۱۹۹۲
۹۵-معروف ومنکر کا قرآنی تصور، ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، نومبر ۱۹۹۲ء
۹۶-قرآن فہمی کے داخلی وخارجی وسائل ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی، اکتوبر ۱۹۹۲ء
۹۷-احیائے علوم اسلامیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ماہنامہ برہان دہلی، اپریل ۱۹۹۲ء
۹۸-حضرت امام مالکؒ اور ان کے فقہی اصول، اسلام اور عصر جدید، دہلی، اپریل ۱۹۹۲ء
۹۹-کتب تفسیر میں الکشاف کا مقام ومرتبہ، ماہنامہ برہان دہلی، اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۱ء
۱۰۰-علامہ شبیر احمد عثمانی: علمی وسیاسی خدمات ماہنامہ برہان دہلی، مارچ-اپریل ۱۹۹۱ء

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

۱۰۱-امام ابن تیمیہؒ کی تجدیدی خدمات، ماہنامہ برہان، دہلی دسمبر ۱۹۹۰ء

اس کے علاوہ آپ تھیولوجکل سوسائٹی اے ایم یو سے نکلنے والے جرنل 'مجلّہ الدین' کے ایڈیٹر بھی منتخب ہوئے۔ آپ کی علم دوستی کا جیتا جاگتا ثبوت آپ کی ذاتی لائبریری جسے آپ چند مہینے پہلے آرگنائز کیا تھا جہاں مختلف موضوعات پر ہزاروں کتابیں ہیں۔ کتابوں سے آپ کو عشق تھا جہاں کہیں بھی کتاب میلہ (Book Fair) دیکھتے ضرور کوئی کتاب خرید لیتے۔ ایسا لگتا ہے کہ عربی زبان کے اس مقولے ''الکتاب جلیسک حیث لا جلیس لک'' سے آپ بخوبی واقف تھے۔

جسمانی صحت

ایک صحت مند دماغ کے لیے صحت مند جسم ہونا نہایت ضروری ہے۔ نبی کا فرمان ہے کہ ''المؤمن القوی خیر واحب الی الله من المؤمن الضعیف (راوہ مسلم)

طاقت ور (اور صحت مند) مومن اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند بنسبت کمزور مومن (بندے) سے۔

ایسا لگتا ہے کہ مرحوم صحت کے تعلق سے یہ حدیث آپ کے مطمح نظر تھی۔ جسمانی فٹنس (Physical Fitness) پہ آپ بہت توجہ دیتے تھے۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر کئی کلومیٹر پیدل چلے جاتے۔ سردیوں میں جب کہ عموماً علی گڑھ میں دبیز کہروں کا پہرہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا مجال جو آپ کی سیر میں رکاوٹ آئے۔ جماعت کے پروگرام میں آپ پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ بعض دفعہ آپ پیدل ہی ادارہ تحقیق وتصنیف (دھرہ جو کہ ۳ کلو میٹر کی مسافت پر واقعہ ہے) چلے جاتے۔

عصر کے بعد پابندی سے کوئی کھیل کھیلا کرتے عموماً ماموں کو کرکٹ کا بہت شوق تھا۔ فہد خاندان میں چونکہ نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اس لیے باہر سے کسی فرد کی ضرورت نہیں پڑتی تھی ہماری اپنی ٹیم ہر وقت موجود رہتی۔ پھر آپس میں ہی دو ٹیمیں بن جاتی اور گیم شروع ہو جاتا ہے۔ کھیل کے میدان میں آپ کافی متحرک رہتے مثلاً بالنگ کرانا، رن دوڑنا، فیلڈنگ کرنا ہر محاذ بحسن وخوبی طے کرتے تھے۔ کھیل کر جب واپس ہوتے تو پسینے میں شرابور ہو جاتے تھے۔ الغرض آپ کو اپنی صحت کا ہر طرح سے خیال تھا جو آپ کے حرکات وسکنات سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ ماموں جان کا پچھلا رمضان کچھ اس طرح سے گزرا کہ آپ کی شوگر تھوڑی بڑھ گئی تھی جس پر آپ نے پورا رمضان صرف سلاد پر ہی گزارا کیا اور کسی دوسری چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

آپ کی جسمانی ورزش اور صحت کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جامعۃ الفلاح کا دیا ہوا سبق کہ

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

'الدرس بلالعب حرام'' آپ کو ازبر تھا۔

جامعۃ الفلاح سے تعلق

ماموں جان کا جامعۃ الفلاح سے دیرینہ تعلق رہا ہے آپ نے بالکل ابتدائی درجات سے جامعۃ الفلاح میں زانوائے تلمذ تہ کیا سن ۱۹۸۸ میں عالمیت اور ۱۹۹۰ء میں فضیلت کی تکمیل کی۔اس کے بعد عصری علوم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا۔آپ جامعۃ الفلاح کے ہونہار سپوت اور بہی خواہ تھے۔جامعہ کے سکھ دکھ میں ہمیشہ شریک رہتے اور حتی الوسع مالی تعاون بھی کرتے تھے۔

جناب عزیز الرحمان صاحب (مقیم سعودی عرب) کے بقول'' آپ ایک سماجی مزاج رکھنے والے انسان، ہماری حرکتیں ان کے مزاج سے میل کھاتی تھی وہ میرے کلاس فیلو تھے۔آپ ابتدائی درجے سے وہاں زیر تعلیم تھے میں تو عربی اول سے گیا تھا۔آپ کو اردو زبان میں کافی مہارت تھی۔ جب میں دارالبیان کا انچارج بنا تھا تو آپ میرے نائب تھے اس وقت ہم ہفتہ واری انقلاب وال میگزین پابندی سے نکالتے تھے جو کہ جامعۃ الفلاح کی مسجد سے متصل دیوار پر معلق ہوتا تھا۔میں صرف برائے نام انچارج ہوا کرتا تھا سارا کام آپ ہی کیا کرتے تھے۔ چونکہ میگزین کافی بڑا ہوتا تھا جس کو ہاتھ سے لکھنا کافی مشکل ہوا کرتا تھا لیکن کیا مجال کہ آپ کے ہوتے کبھی ناغہ ہوا ہو آپ بڑی محنت اور تندہی کے ساتھ اسے لکھتے تھے۔آپ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ جو چیز آپ کو بھاتی تھی آپ اس میں یکسوئی کے ساتھ لگ کر محنت کرتے تھے چونکہ آپ خوش خطی کے مالک تھے اس لیے وال میگزین کی کتابت کا ذمہ خود ہی اٹھاتے تھے'۔

مہمان نوازی، ضیافت اور دوسرے سماجی امور کے تعلق سے اللہ نے آپ کو خاص ملکہ عطا کیا تھا۔جامعۃ الفلاح میں مطبخ کا مانیٹر عربی ششم کا طالب علم ہوا کرتا احسان بھی جب عربی ششم میں پہونچے تو ایسا لگ رہا تھا کہ یہ پوسٹ آپ کی منتظر ہو۔صلاحیتوں کو منوانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے لوگ اسے دیکھ کر ہی پہچان جاتے ہیں یہی وجہ ہے جب آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ملازمت اختیار کی تو آپ کو Kitchen Incharge بنایا گیا۔اور آپ نے پورے چھ سال تک اس بارگراں کو اٹھائے رکھا''۔

عہدہ ملنے کے بعد ایمانداری اور دیانت ہاتھ سے نہ جائے یہ ایک بندہ مومن کی معراج ہے۔احسان ماموں سے میری براہ راست بات ہوئی جہاں میں آپ کو یہ کہتے پایا کہ Kitchen کی ذمہ داری کے تعلق سے میں نے بار ہا رضا کارانہ استعفٰی کے لیے گزارش کی لیکن ویمنس کالج کے پرنسپل نے کبھی حامی نہ بھری۔ چونکہ یونیورسٹی انتظامیہ کو آپ پر یقین کامل تھا اس لیے آپ نے مستقل چھ سال تک یہ خدمت انجام دی۔اس کے علاوہ آپ

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

یونیورسٹی کے دس سے زائد مختلف انتظامی عہدے (Administartive Post) پر فائز رہے۔

عزیز الرحمٰن صاحب کے بقول آپ کی محنت و جانفشانی، تندہی لگن، قناعت پسندی، خودداری ہی کا صلہ تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ آپ ہمارے کلاس فیلو میں کامیاب ترین انسان رہے۔

بیماری اور وفات

۱۰/اپریل ۲۰۲۱ کو آپ کو موسمی بخار اور ہلکی کھانسی شروع ہوئی ابتدا میں میڈیکل سے دوائیں وغیرہ لے کر کھائی لیکن کھانسی دن بدن بڑھتی رہی اور بخار بھی وقفے وقفے سے آتا رہا۔ ایک شب سانس لینے میں تنگی محسوس ہوئی تو صبح آپ کو جے این ایم سی میڈیکل کالج علی گڑھ میں داخل کیا گیا جہاں جانچ کے بعد آپ کی بیماری نمونیا (Pnemonia) کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ جس کی وجہ سے آپ کے پھیپھڑے کافی متاثر ہوئے۔ چونکہ آپ شوگر کے بھی مریض تھے اس لیے یہ مرض بڑھتا گیا۔ آخر کار آپ کو انتہائی نگہداشت والی یونٹ (ICU) میں داخل کیا گیا جہاں آپ چار دن رہے۔ آکسیجن کی کمی سے آپ کو آکسیجن ماسک لگایا گیا۔ آپ کا آخری دن انتہائی کرب میں گزرا بخار کی شدت میں آپ تپ رہے تھے اتنا شدید بخار کی کپڑا بھگو کر پٹی کی جاتی تو پٹی گرم ہوجاتی۔ بالآخر وہ وقت بھی آن پہنچا جب ڈاکٹر نے آپ کے بڑے احنف فہد سے Consent Form پر دستخط کروالی کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم آپ کو Ventilator پر منتقل کریں گے۔ آخر کار ڈاکٹروں نے آپ کو ۲۰ اپریل کی شب میں Ventilator پر منتقل کردیا۔ مرض بڑھتا گیا۔ نہ دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا نہ ہی دواؤں کام کیا۔ اگلا دن جاں گسل خبر لے کر آیا چھوٹے بھائی مغیرہ کا فون آیا کہ ماموں جان کا انتقال ہوگیا۔ خبر اتنی روح فرسا تھی قریب تھا کہ سینہ غم سے پھٹ جاتا۔ آنکھوں نے آنسوؤں کا سیلاب لادیا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ لیکن خدا کی مصلحت اور اس کی مرضی نے دلاسا دیا۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہی ہو کہ آپ کی حیات خدا کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لی۔ آج بھی جب ماموں جان کا ذکر آتا ہے تو آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔ دل غمزدہ ہوتا ہے۔ لیکن زبان سے وہی ادا ہوتا ہے جو ہمارے رب کو راضی کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ خدایا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں خاص جگہ دے آپ کی لغزشوں کو معاف کرے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

پیارے ابو کی یاد میں!

خنساء فہد

من محمد رسول الله الی معاذ بن جبل سلام الله علیک، فانی احمد الله الذی لا اله إلا هو .اما بعد! فعظم الله لک الاجر والهمک الصبر، ورزقنا وایاک الشکر، ثم ان أنفسنا واموالنا واهالینا واولادنا من مواهب الله عز وجل الهنیئة وعواریه المستودعة، متعک الله به فی غبطة وسرور، وقبضه باجر کبیر، الصلوة والرحمة والهدی ان احتسبته.

یا معاذ فاصبر ولا یحبط جزعک واجرک فتندم علی ما فاتک واعلم ان الجزع لا یرد میتا ولا یرفع حزنا، فلیذهب اسفک علی ما هو نازل بک فکان قد .والسلام

''اللہ کے رسول محمد (علیہ الصلاۃ والسلام) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام، میں پہلے اس اللہ کی تم سے حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، (بعد ازاں دعا کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجر عظیم دے، اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے، اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے، حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیے ہیں اور اس کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا، اور اب اس امانت کو اٹھالیا، اس کا بڑا اجر دینے والا ہے، اللہ کی خاص نوازشات اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت کی تم کو بشارت ہے، اگر تم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت سے صبر کیا۔

پس اے معاذ ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے اجر کو غارت کردے اور پھر تمہیں ندامت ہو، اور یقین رکھو کہ جزع فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا، اور نہ اس سے دل کا رنج وغم دور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم نازل ہوتا ہے، وہ ہو کر رہنے والا ہے، بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔''

ہماری زندگی اللہ کی امانت اور مبارک عطیہ ہے۔ ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر سب کو خدا کے پاس جانا

ہے۔فرق یہ ہے کہ کوئی پہلے چلا جاتا ہے اور کوئی بعد میں جاتا ہے۔مرحوم ابّو جان کی زندگی بھی اللہ کی امانت اور بہترین عطیہ تھی۔

ابّو اس دنیا سے چلے گئے لیکن ہمارے لیے زادِراہ کے طور پر اپنی محنت ومشقت بھری زندگی کے اصول اور اعلیٰ اخلاق وعادات ہمارے لئے چھوڑ کر گئے تاکہ ہم اپنے مستقبل کے راستے کا صحیح انتخاب کر سکیں۔اللہ کا شکر اُس نے ہمیں ایسے گھرانے میں پیدا کیا جہاں تعلیم وتربیت پر کافی زور دیا جاتا ہے۔تعلیم اور تربیت ایک دوسرے کے لازمی جُز ہیں۔بنا تربیت کے ہم اچھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔مرحوم ابّو اس بات سے بخوبی واقف تھے۔اسی لیے جہاں ایک طرف انہوں نے ہمیں تعلیم کی طرف توجہ دلائی وہیں دوسری طرف ہماری بہترین تربیت بھی کی۔

ہم چاروں بچّے اللہ کے آگے اس بات کے گواہ ہیں کہ ابو نے ہماری بہترین تربیت کی۔ ہماری طرف سے بہت سی کمیاں رہیں جن کے لیے ہم اللہ سے معافی کے طلب گار ہیں۔ابو نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہمارے لیے بہت کچھ کیا۔شروع سے ہی انہوں نے تعلیم پر بہت توجہ دی۔اُنہوں نے کبھی تعلیم کو برائے روزگار نہیں سمجھا۔وہ ہمیشہ کہتے کہ رزق کا تعلق ڈگری سے نہیں ہے۔پڑھائی کبھی بھی پیسہ کمانے کے لیے نہیں بلکہ علم حاصل کرنے کے لیے کرنی چاہیے۔ان سے جب بھی اپنے کیریئر کے بارے میں پوچھا انہوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں تم سب اچھے انسان بنو۔وہ کسی بھی کام کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔وہ ہم لوگوں سے اکثر کہا کرتے ہر میدان میں ٹاپ کی جگہ خالی ہے بس شرط یہ ہے کہ ہم محنت کریں اور وہاں تک پہنچے۔

ہمارے دادا کسان تھے۔ابو ہمیشہ بڑے فخر سے کہتے میں کسان کا بیٹا ہوں۔دادا دادی خود پڑھے لکھے نہیں تھے،لیکن دونوں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے سخت محنت کی۔اُنہوں نے اپنے پانچ بیٹوں کو ڈاکٹر بنایا۔اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ابّو نے بھی ہم سب کی تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا۔حالات کیسے بھی رہے ہوں،ابّو نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ ہم ہر فکر سے آزاد رہیں اور اپنی پڑھائی پر بھرپور توجّہ دیں۔اُنہوں نے ہر طرح سے کوشش کی کہ دورانِ تعلیم اُنہوں نے جن مشکلات کا سامنا کیا وہ ہم لوگوں کو نا کرنا پڑے۔

اسکول کے دنوں جب بھی نئے سیشن کی شروعات ہوتی گھر میں عید جیسا ماحول ہوتا۔ابّو کے ساتھ ہم نئی کتابیں خریدتے۔وہ خوب ساری اسٹیشنری کا سامان دلواتے۔امی کبھی کبھی بول دیتی کہ اتنا سارا کیوں دلوا دیا۔ابّو بہت پیار سے جواب دیتے کہ اسے بچوں میں پڑھائی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ہر سیشن کے شروعات میں نئی کتابوں کے ساتھ نیا بستہ،نئی پانی کی بوتل اور نیا لنچ باکس بھی دلواتے۔وہ خود کتابوں پر cover لگاتے،

Name slip لگا کر خود نام بھی لکھتے۔ ہم سب بچّے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے۔ دل چاہتا کہ جلدی سے اسکول شروع ہو اور ہم سب ان کا استعمال کریں۔

ابّو گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے میں کبھی بھی عار محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے اسکول ڈریس سے لیکر جوتے پولش کرنے تک کا کام وہ خود کرتے۔ امتحان کے دنوں میں وہ ہمارا خاص خیال رکھتے کہ ہم کسی طرح کا stress نہ لیں۔ امتحان سے پہلے اور اسکے بعد بھی وہ party کرواتے تا کہ ہم کسی طرح کا stress نہ لیں۔ ابّو نے ہمیں کبھی بھی marks کے لیے کُچھ نہیں کہا۔ وہ ہمیشہ انگلش کا جملہ کہا کرتے Do your best and Allah will do the rest۔ اچھے نمبرات آتے خوش ہوتے اور کبھی خراب آتے تو حوصلا افزائی کرتے۔ اُنکا یہ رویہ صرف ہمارے لئے نہیں تھا۔ وہ اپنے students کو بھی اس بات کی تلقین کرتے اور کہتے میں تمھیں اسکول کا امتحان پاس کرنے کے لئے نہیں پڑھاتا بلکہ زندگی کا امتحان پاس کرنے کے لیے پڑھاتا ہوں۔ اسکول میں نوکری لگی تو کہنے لگے اللہ نے مجھے چھوٹے بچّوں کی تربیت کے لیے چن لیا ہے۔ اور یہ کام وہ پورے خلوص کے ساتھ انجام دیتے۔

اسکول کی تعلیم کے علاوہ بھی وہ ہمیں بہت کچھ سکھانیکی کوشش کرتے۔ جب میرا داخلہ fourth class میں Hamdard public school میں ہوا ابّو اُس وقت وہیں پر بطور استاد پہلے سے ہی خدمات انجام دے رہے تھے۔ میں ابّو کے ساتھ ہی اسکول جاتی۔ راستے بھر وہ میرا bag پکڑے رہتے اور ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے جاتے۔ مجھے یاد ہے راستے بھر وہ مجھے ملکوں کے نام اور ان کی راجدھانی کے نام یاد کرواتے۔ اس کے علاوہ ہم جب بھی گاؤں یا علی گڑھ کا سفر بس یا ٹرین سے کرتے، ابّو ہمیں میگزین دلواتے، ہم اس کو پڑھتے اور اس میں موجود puzzle اور crosswords کو solve کرتے ہوئے جاتے۔ ابّو بہت پہیلیاں بجھاتے، ہمیں بہت مزہ آتا اور سفر آسانی سے گزر جاتا۔ اور ہر سفر کے بعد یہ تاکید کرتے کہ سفرنامہ لکھا کرو۔

جب ابو نے مجھے پہلی بار Atlas دلوایا انہوں نے مجھے index دیکھنا سکھایا۔ پھر ہم اُس میں جگہ ڈھونڈنے کا game کھیلتے۔ ایسے ہی ابّو نے مجھے Dictionary دیکھنا سکھایا۔

ہمارے بڑے ہونے کے بعد بھی وہ اسی کوشش میں رہتے کہ ہم بس اسکول کی کتابوں تک محدود نہ رہیں۔ وہ اشعار یاد کرواتے، تقریر لکھتے۔ مسابقہ کی تیاری کرواتے۔ وہ ہمیں کسی میلے میں لے جائیں یا نہ لے جائیں کتابی میلے میں ضرور لے جاتے اور بہت ساری کتابیں خرید واتے۔ ابّو نے صرف تعلیم پر ہی زور نہیں دیا

بلکہ سماجی زندگی سے لے کر روحانی جسمانی ہر اعتبار سے اُنہوں نے ہماری تربیت کی۔ صبح چہل قدمی کرتے وقت ہمیں ساتھ لیے جاتے۔ شام میں ساتھ cycling کرتے اور ہمیں بھی سکھاتے Badminton تو روز ہی کھیلتے۔ اُن دِنوں حال یہ تھا کہ شام کی چائے پر ہم علامہ اقبال کے اشعار سنتے اور ابّو اُن اشعار کا مطلب بڑے شوق سے سمجھاتے۔

پچھلے سال lockdown میں ہم نے ابّو سے عربی سیکھنی شروع کی تھی۔ روز مغرب کے بادوہ کتاب لے کے بیٹھتے اور بہت خوشی سے ہمیں پڑھاتے۔ بچپن میں ہم ابّو سے کہانیاں سننے کی بہت ضد کرتے۔ جب بھی لائٹ چلی جاتی۔ موم بتی جلا کر ابّو کو گھیر کر ہم بیٹھ جاتے اور ابّو ہاتھ سے پنکھا جھلتے یا سردیاں ہوں تو مونگ پھلیاں چھیل چھیل کر ہمیں دیتے اور پیغمبروں کی کہانیاں سناتے۔

میرے دوستوں کی یوم پیدائش کے موقع پر مجھے بازار لے جاتے اور تحفہ دینے کے لیے قلم دلواتے۔ ابّو قلم کے ساتھ ساتھ تحفہ دینے کے لیے ایک نوٹ بھی لکھواتے A pen is mighttier than the sword وہ خود بھی جب کسی شادی میں جاتے تو اکثر کتابیں تحفے میں دیتے۔ اُن کتابوں میں اکثر آداب زندگی اور فقہ السنہ شامل ہوتیں۔

ابّو کی پوری زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان کی زندگی کی ایک اہم چیز جو ہم سیکھی وہ ہر حال میں صبر اور شکر ادا کرنا ہے۔ اُنہوں نے جو ہمیں تربیت دی اُس کا تقاضہ ہے کہ ہم بھی اُنکے نقشِ قدم پر چلیں اور ہر حال میں صبر اور شکر ادا کریں۔

میری چھوٹی بہن رفیدہ فہد، جس کی عمر محض 13 سال ہے، ابھی کچھ دن پہلے مجھ سے کہنے لگی: ''اپی آپ بہت خوش قسمت ہیں، جو آپ نے ابّو کے ساتھ اتنا وقت گزارا۔ مجھے اتنا وقت گزارنے کو نہیں ملا، لیکن جتنا بھی ملا اللہ کا شکر ہے اور اس درمیان بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔'' اُس ننھی سی بچّی کی اس بات نے مجھے بہت حوصلا دیا۔ ہم خوش نصیب ہیں، ہمیں ابّو کے ساتھ بہترین وقت گزارنے کو ملا۔ ابّو جب بھی گھر سے باہر جاتے مجھے تلقین کر کے جاتے تم گھر میں بڑی ہو اپنی امی اور چھوٹے بھائی بہن کا خیال رکھنا۔ آپ سے وعدہ رہا ابّو اب آپ ہمیشہ کے لیے چلے گئے، میں بھی ان شاء اللہ ہمیشہ گھر میں سب کا خیال رکھوں گی۔

اللہ سے دعا ہے کی ہم اپنے والدین کے خواب پورا کر سکیں۔ اُن کے لیے صدقہ جاریہ بنیں۔ اس لائق بنے کی جنت میں ہم ایک ساتھ پھر ملیں۔

تشحم کبدی

(Fatty liver)

حکیم شاہد بدر فلاحی

میرے ذاتی کتب خانے میں یونانی علاج و معالجہ سے متعلق الحمدللہ ڈھیروں کتابیں ہیں ان کتب کے علاوہ مخصوص موضوعات پر مطالعہ کے لیے Net سے بھی استفادہ کرتا ہوں۔ investigation ماڈرن انداز میں اور علاج خالص یونانی انداز سے کرتا ہوں۔ مطالعہ کے لیے Topics مجھے مریض دیتے ہیں۔ مریضوں کی باتیں سنتا ہوں، غور کرتا ہوں، کتابوں سے رجوع کرتا ہوں، رفقاء سے مشورہ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ تجربات کی ٹھوکریں مجھے راستہ بتاتی ہیں اور اس طرح سے سفر جاری ہے۔

میرے پاس موجود یونانی کتب کے ذخائر میں مجھے کہیں پر بھی Fatty liver کے عنوان سے کوئی بحث نہیں ملی۔ یہ میری کوتاہ نظری اور کم فہمی بھی ہوسکتی ہے، اگر رفقاء میں سے کسی کی بھی نظر سے یہ بحث گزری ہو تو مجھے ضرور آگاہ کریں۔ البتہ مطب میں بکثرت ایسے مریضوں سے سابقہ پڑا ہے جن کی USG رپورٹ میں Fatty liver دیکھنے کو ملا ہے اور الحمدللہ علاج سے ایسے مریض مکمل ٹھیک ہوئے ہیں۔ اپنے تجربے اور مطالعہ سے جتنا کچھ بھی اس موضوع سے متعلق میں سمجھ سکا اسے پیش کر رہا ہوں۔

جسم انسانی میں اعضاء رئیسہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) دماغ: یہ قوت نفسانی کا محل ہے۔

(۲) قلب: قوت حیوانی کا مبدأ و محل ہے۔

(۳) جگر: قوت طبعی کا محل ہے۔

(۴) انثیین: ان سے حفاظت نسل قائم ہے۔

جگر جسم انسانی کا ایک نہایت اہم اعضو ہے۔ جس کی صحت پر تمام بدن کی صحت کا دار و مدار ہے۔ اعضا کی غذا اور بدن کی پرورش کا دار و مدار جگر ہی پر ہے، کیوں کہ جو بھی غذا ہم لیتے ہیں اس غذا کا اصل جوہر اور خلاصہ 'کیلوس' جگر ہی میں پہنچ کر خون میں متغیر ہوتا ہے۔ قوت ہاضمہ، قوت جاذبہ، قوت ماسکہ، قوت دافعہ،

چاروں قوتیں اگرچہ ہرعضو میں موجود ہیں،مگرمعدہ اورجگر میں زیادہ ہیں۔

جگر کی قوت ہاضمہ اس کی گوشت میں ہے اور باقی تینوں قوتیں ان عروق میں ہوتی ہیں جو اس کے گوشت میں پھیلی ہوئی ہیں۔جگر کی ساخت میں سرخ گوشت، وریدیں، اور شریانیں پائی جاتی ہیں۔جگر کی بالائی سطح محدب اور زیریں سطح مقعر ہے۔اگر جگر میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے یا اس کے ہضم یا اخلاط کی تقسیم میں خلل پڑ جائے تو اس کا ضرر تمام بدن کو پہنچتا ہے۔

افعال جگر

جب غذا معدہ میں ہضم ہو کر آنتوں میں آتی ہے، تو وہ محلول بن چکی ہوتی ہے۔اس محلول کو' کیلوس' کہتے ہیں۔یہی کیلوس آنتوں سے عروق مصّاصہ کے ذریعہ جذب ہو کر عروق ماساریقا اور پھر باب الکبد کے ذریعہ جگر میں داخل ہوتا ہے۔جگر میں جب یہ خلاصۂ غذا' کیلوس' پہنچتا ہے تو وہاں مزید تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔حتی کی یہ غذائی مواد' اخلاط' کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔جگر کا مقعر حصہ ان کو پکا کر خون بنا کر محدب حصے کی طرف سے سارے بدن کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔جگر میں اجزاء غذائیہ کس طرح متغیر ہوتے ہیں، ان سے کیا کیا بنتا ہے؟ یہ اب تک غیر واضح ہے۔تاہم جس قدر معلوم ہو سکا ہے، وہی بیان کیا جاتا ہے۔

- تولید دم: جگر خون پیدا کرتا ہے اور پورے بدن کی طرف روانہ کرتا ہے۔
- تولید صفرا: جگر صفرا پیدا کرتا ہے۔یہ پیلے ہرے رنگ کا ایک سیال مادہ ہے۔جگر سے اس کا مسلسل ترشح ہوتا رہتا ہے اور گال بلیڈر میں اسٹور ہوتا رہتا ہے اور گال بلیڈر سے آنت۔Duodenum میں حسبِ ضرورت شامل ہوتا رہتا ہے۔جگر سے روزانہ ایک لیٹر سے زیادہ صفرا کا ترشح ہوتا ہے۔یہ صفرا آنتوں میں Fat کے ہضم میں مدد کرتا ہے۔یہ آنتوں کے اندر موجود نقصاندہ بیکٹریا کو ختم کرتا ہے۔یہ آنتوں کی دھلائی وصفائی کرتا ہے۔یہ آنتوں میں حرکت دودیہ کو جنم دیتا ہے، جس کی وجہ سے وقت سے پاخانہ کا اخراج ہوتا ہے۔یہ خون کو پتلا کرتا ہے تاکہ خون تنگ عروق میں نفوذ کر سکے۔یہ غذا کے ہضم وجذب میں معاون ہے۔
- تولید سودا: جگر سودا بناتا ہے، جسے جگر کا خادم عضو (طحال) جذب کرتا ہے۔سودا خون صالح کے ساتھ شامل ہو کر اعضا کو غذا پہنچاتا ہے۔مثلاً بال اور آنکھ کا طبقہ شبکیہ۔ہڈی غضروف، رباط، میں صلابت سودا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔
- تولید اخلاط بولیہ: جگر کی قوت مغیرہ کے عمل سے' اخلاط بولیہ' بنتے ہیں۔جنہیں گردہ چھان کر مثانہ کی

طرف روانہ کرتا ہے۔خون میں بلغم،صفرا،سودا، باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں اس مجموعہ کو'اخلاط' کہا جاتا ہے۔ اخلاط سے ہی اعضا بنتے ہیں۔اعضاء مفردہ یعنی عظم،غضروف، رباط، وتر،غشاء،عصب،شحم،لحم،شرائین، اوردہ اوراعضاء مرکبہ بنتے ہیں۔اسی کے ساتھ ساتھ جگر کے کچھ خاص افعال اوربھی ہیں۔

• نشاستہ کا استحالہ:(corbohydrade Metabolism) یہ لیور کا ایک خاص فعل ہے۔ لیور گلوکوز کو گلائی کوجن کی شکل میں اسٹور کیے رہتا ہے۔جب انسان روزہ یافاقے کی حالت میں ہوتا ہےتو لیور کے اندر یہی جمع شدہ انرجی خون میں شامل ہوکر جسم کی صحت کو باقی رکھتی ہے۔ (glyeconeogenesis is released into the blood durning fasting (devidson .p.489)

• لحمیہ رلحم کااستحالہ(Protiens Metabolism): غذا کی شکل میں جو بھی پروٹین ہم لیتے ہیں اسکو لیور ہی جسم کی غذا بناتا ہے۔

• شحم کا استحالہ:(Lipid Metabolism) غذاء جو بھی Fat ہم لیتے ہیں، وہ لیور میں پہونچ کر مختلف استحالاتی مراحل سے گذرکر جسم کی غذا بنتی ہے۔

•Bilirubin A red pigment occuring in human bile greatly incresed in jaundice

دوسو پچاس سےلیکر تین سوملی گرام تک لیورروزانہ بناتا ہے۔

Vitamin and minral•

Vitamin A,D اور ویٹامن B12 کا لیور ہی ذخیرہ کیے رہتا ہے۔جوضرورۃً جسم کی حیات کوقائم رکھنے کے کام آتا ہے۔

• ہارمونس(Harmones) کچھ ہارمونس جیسے Growth harmone, gluco corticoids, oestrogens,are Catabolised manily in the liver

Drug Metabolism•: جودوائیں ہم کھاتے ہیں ان کا استحالہ لیور میں ہوتا ہے۔

اخلاط سے اعضا بنتے ہیں۔شحم (چربی،fat)اعضاء مفردہ میں سے ہے۔چربی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ اعضا کونرم اورصحت مند رکھتی ہے۔شکل وصورت اورحسن وجمال کو برقرار رکھتی ہے۔ازدیادحرارت سے چربی پگھل کرتحلیل ہوجاتی ہے۔اس لیے کہ چربی کےاندرحرارت کوقبول کرنے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

جگر میں Fat کی بہت کم مقدار ہوتی ہے۔جب جگرمیں fat کی مقدار5% سے بڑھ جاتی ہےتو ایسی صورت کو fatty liver کہتے ہیں۔ جیسے جیسے liverمیں fat بڑھنے لگتی ہے تو اسے ہم fatty(!)

fatty liverGrade (!!)fatty liverGrade (!!!)fatty liverGrade کہتے ہیں۔

fatty liver ایک خاموش بیماری ہے۔ بالعموم ابتداً اس کی علامات ظاہر نہیں ہوتیں اور یہ مرض اندر ہی اندر پروان چڑھتا رہتا ہے۔ جب یہ حالت مزید ڈیولپ کر جاتی ہے اور سائز بڑھنے لگتا ہے، لیور میں سوجن آجاتی ہے۔تو اس کو Hepatomegally & fatty liver کہتے ہیں۔اس کو steato hepatitis بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں لیور اپنا فعل معمول کے مطابق نہیں انجام دے پاتا یہ ڈیولپ کر کے fibrosis of the liver کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اس stage میں آ کر علامات کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی لیور کے مقام پر سوجن، ہلکا ہلکا درد۔ مریض بے آرامی کی شکایت کرتا ہے۔

لیور کا اس حالت میں اگر صحیح علاج نہیں ہوا تو یہ مرض مزید آگے بڑھ کر cirrhosis of the liver کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور cirrhosis can cause liver failure یعنی fatty liver آگے ترقی کر کے لیور کو مکمل خراب کر دینے کا باعث ہوتا ہے۔ گو کہ یہ ایک خاموش مرض ہے، لیکن کثیر الوقوع مرض ہے۔اس مرض کی بالعموم علامات نہیں ہوتیں، لیکن جب مرض آگے بڑھتا ہے تو مریض لیور کے مقام پر ہلکے درد کی شکایت کرتا ہے۔ مریض کو بے آرامی محسوس ہوتی ہے۔ غذا کے ہضم و جذب میں وقت لگتا ہے۔ تیل میں تلی ہوئی چیزیں کھا لینے کے بعد زیادہ ہی پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ مریض کو بھوک کم لگتی ہے۔ صبح اٹھنے پر طبیعت چاق و چوبند نہیں رہتی، سستی و کاہلی کا غلبہ رہتا ہے۔ مریض کی USG کرانے پر فوراً سے معلوم ہو جاتا ہے۔

یہ مرض اکثر ان لوگوں کو ہوتا ہے جو کثرت سے شراب پیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس بیماری کو Alcoholic fatty liver disease کہتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو شراب تو نہیں پیتے لیکن یہ مرض ان کو ہوتا ہے۔ اسے Non Alcoholic fatty liver disease کہتے ہیں۔

Fatty Liver کے اسباب

حسب ذیل اسباب اسمیں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

- موٹاپا۔Obesity
- کثرت شراب نوشی
- High blood suger
- insulin resistance

- High Level of fat ۔مرغن غذاؤں کا کثرت استعمال جیسے گھی۔مکھن وغیرہ
- Red meet کا کثرت استعمال۔
- کچھ دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ، جیسے methotrexateاور Paracieamol کا کثرت استعمال بھی لیور کو نقصان پہنچاتا ہے(Devidson P515)
- بہت زیادہ ٹھنڈے مشروبات کا کثرت استعمال۔
- غذائی بے اعتدالی۔
- رفائن تیل کا کثرت استعمال۔
- بہت زیادہ آرام وآسائش کی زندگی۔کرسیوں کا زیادہ استعمال پیدل چلنے سے گریز۔

شحم کبدی کا علاج

یہ ایک خطرناک بیماری جسکا آغاز بہت ہی خاموشی سے ہوتا ہے۔اورانجام liver failure تک جاپہنچتا ہے۔اس مرض کے علاج کے تعلق سے حکماء یہ طب جدید کا یہ اعتراف پڑھ لیں:

> Currently, no medications have been approved to treat fatty liver disease. more research is needed to develop and test medications to treat this condition.(internet)

ایلوپیتھ میں یہ مرض لاعلاج ہے۔ مذکورہ بالا عبارت ہم تمام حکماء کو ابھارنے کے لیے کافی ہے۔اس مرض لاعلاج کے علاج سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کی مضرات جگر کیا ہیں۔

- غذا میں بے ترتیبی۔جگر کے لیے نہایت مضر ہے۔یعنی ایک غذا کے ہضم ہونے سے پہلے اس کے اوپر دوسری غذا کا کھالینا۔
- نہار منہ یا غسل کرنے کے بعد یا ورزش کے بعد دفعتاً سرد پانی پی لینا۔ یہ عمل بسا اوقات جگر میں شدید برودت پیدا کر دیتا ہے۔ہلکا گرم پانی یا محض نارمل پانی ہی پییں اور اگر ایسا پانی میسر نہ ہو تو ٹھنڈا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پییں، یکبارگی نہ پییں۔

ایسی تمام غذائیں جو لزوجت اور لیس رکھنے والی ہیں، جگر کے لیے مضر ہیں۔ گیہوں کی روٹی،خمیری روٹی، چاول، روغنی روٹی، بکری کا کلہ پائچہ، غلیظ گوشت یہ تمام غذائیں جگر کے لیے نقصاندہ ہیں۔ان غذاؤں سے حتی الوسع بچیں۔

• کباب: بالخصوص کچا یا جلا ہوا کباب کھانا جگر کے لیے نقصاندہ ہے۔

• اطباء کا یہ بھی کہنا ہے کہ دودھ اور شہد ایک ساتھ کھانا جگر کے لیے نقصاندہ ہے۔(اکسیر اعظم ص ۵۰۸)

اصول علاج

جگر کے تمام امراض کے علاج میں اسکی چاروں قوتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔جگر کے علاج کیلئے ایسی دوائیں برتنی چاہئے جو خوشبودار لذیذ مفتح اور مدر ہوں۔طحال و مرارہ جگر کے خادم عضو ہیں۔ان کی اصلاح سے بھی جگر کی اصلاح ہوتی ہے۔

امراض جگر میں دوا کھانے کا بہترین وقت وہ ہے جب غذا معدہ سے جگر کی طرف نفوذ کر کے اس میں ہضم ہو چکی ہو اور اسکے فضلات جدا ہو گئے ہوں۔تا کہ غذا جگر کی طرف دواء کے نفوذ میں مانع نہ ہو اور غذا میں جگر کی مصروفیت اسے دوا میں تصرف کرنے سے بعض نہ رکھے۔یعنی بہترین وقت صبح خالی پیٹ اور شام ۴،۵ اور ۶ بجے تک ہے۔

'کاسنی' جگر کی سب بیماریوں کو فائدہ بخشتی ہے۔کاسنی خواہ جنگلی ہو یا بستانی۔جگر کے لیے نہایت مفید و موافق ہے۔''کاسنی جو تلخ زیادہ ہوگی سودمند زیادہ ہوگی، اس لیے کہ اگرچہ کاسنی تلخ حرارت سے خالی نہیں ہوتی لیکن جگر کے سدوں کو کھولتی ہے۔''(ذخیرہ خوارزم شاہی ج ششم ص370)

'افسنتین' بھی جگر کے لیے نہایت مفید ہے۔میں نے اپنے تجربہ میں اس کو جگر کے بیش تر امراض کے علاج میں از حد مفید پایا۔میرے ۱۶ر سالہ مطب کا یہ جزو لاینفک ہے۔

غذاؤں میں سریع النفوذ غذائیں جگر کے موافق ہیں۔مغز فندق۔جگر کے ہر مرض میں مفید غذا ہے اور ایسے ہی ماء الشعیر بھی جگر کے لیے نہایت مناسب ہے۔

علاج

ایلو پیتھ میں یہ مرض لا علاج ہے وہاں ان الفاظ میں اعتراف ہے۔ Currently, no medications have been approved to treat fatty liver disease.(internet) اسکا شافی علاج یونانی میں ہے۔

مریض اگر شراب پیتا ہے تو اسکو فوراً سے ترک کرائیں۔موٹاپا زیادہ ہے تو وزن کم کریں۔سادہ غذائیں استعمال کریں۔پیدل چلنے اور ہلکی ورزش کو معمول کا حصہ بنائیں۔سفید شکر کا استعمال ترک کریں۔نیم گرم پانی

تشخم کبدی

ہی پئیں/ پلائیں ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈے مشروبات سے پرہیز کریں۔اس سلسلے میں ہمارے کیرلا کے اطباء خوش نصیب ہیں، کیوں کہ وہاں گرم پانی ہی پیا جاتا ہے۔Antibiotic دواؤں کے کثرت استعمال سے بچیں، خواہ مخواہ paracetamol کے استعمال سے گریز کریں۔

میرے دواخانہ پر fatty liver کے مریض آتے ہیں۔میں ان تمام مریضوں کو پورے اطمینان کے ساتھ حسبِ ذیل نسخہ استعمال کراتا ہوں۔بحمدللہ دو ماہ کے علاج سے اور کسی کسی کو تین ماہ تک علاج کرنا پڑتا ہے۔وہ ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

ھوالشافی: معجون دبیدالورد۔۷گرام صبح خالی پیٹ ہلکے گرم پانی سے۔اسکے آدھے گھنٹہ بعد۔افسنتین (کوٹی ہوئی) دس گرام۔اس کا جوشاندہ تیار کرکے اسی جوشاندہ میں شربت کاسنی بیس ملی لیٹر ملاکر صبح خالی پیٹ اور افسنتین کی وہی پڑیا دوبارہ پانی ڈال کر پکا کر چھان کر دوبارہ سے اسی میں شربت کاسنی بیس ملی لیٹر ملاکر پلائیں۔شام چار بجے۔

اس کے ساتھ ساتھ غالب علامات کا لحاظ کر کے دوائیں جوڑتا ہوں۔جیسے بعض مریضوں میں خون کی کمی اور نظام ہضم و جذب متاثر پاتا ہوں تو جوارش جالینوس پانچ پانچ گرام، ہمراہ قرص کشتہ خبث الحدید ایک ایک ٹکیہ بعد غذائیں۔اگر قبض ہے، سفوف اصلاح معدہ ۷ گرام رات سوتے وقت۔اگر لیور کے مقام پر درد ہے تو سفوف انگوزہ شامل کردیتا ہوں۔

جوان العمر حکماء واطباء سے میری گزارش ہے کہ طب یونانی سے عملی تعلق پیدا کریں اور اس سستی اور عوامی پیتھی کے علمبردار بن کر خلق خدا کی خدمت کریں۔اس نسخہ کو پورے اعتماد سے استعمال کریں اور جو کچھ بھی ریزلٹ انہیں ملے، اس سے ہم تمام کو باخبر کریں۔

مراجع ومصادر

۱۔ ذخیرہ خوارزم شاہی (مکمل سیٹ)، مصنف احمد الحسن الجرجانی، مترجم حکیم ہادی حسین خان، ادارہ کتاب الشفاء ۲۰۷۵ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

۲۔ اکسیر اعظم، تالیف مسیح دوراں حکیم محمد اعظم خاں، مکتبہ دانیاں۔غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور

۳۔ Devidson's principles and practice of medicine sixteenth edition

۴۔ internett

اور کتنی سسکیاں گونجتی رہیں گی!

فرحین اسرار

ہر روز کی طرح آج بھی شاذیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑی تھی اور رات کی خاموشیاں منھ چڑھا رہی تھیں، فطری طور پر فضا معطر تھی، پوری عالم انسانیت نومکمم سباتا کی مکمل تصویر بنی ہوئی تھی لیکن نہیں نہ جانے کتنے والدین اور دوشیزاؤں سے نیند کوسوں دور تھی، اپنے لخت جگر کے روشن وتابناک مستقبل کی فکر میں والدین کو اپنے خواب بکھرتے نظر آرہے ہوتے ہیں، والدین اپنے جگر کے ٹکڑوں کے سامنے اپنے اصلی چہروں کو لبادہ اڑھا کر ان کو خوابوں کی بھول بھلیوں میں سیر کراتے ہیں تو دوسری جانب آنکھوں سے مایوسی، حسرت وکرب قہقہہ لگا رہی ہوتی ہے، نہ جانے انہوں نے کتنی آرزؤں کو زندہ درگور کردیا، کتنی امنگوں کا گلا گھونٹ دیا، کتنے ارمانوں پر مہمیز لگادی، بیٹیوں کی زندگی کی نیا پار کرنے کے لئے کتنی خاردار جھاڑیوں اور پر پیچ راہ گزاروں اور شاہراہوں سے گزرتے ہوئے ان کے دامن لہولہان ہوئے ہوں گے اور ان کے دلوں میں ایسے زخم لگے ہوں گے جو کبھی مندمل نہیں ہوسکتے۔

شاذیہ انہیں سوچوں میں گم تھی اور سماج کے ناگفتہ بہ حالات کو دنیا کے سامنے لانے کے لئے رشحات قلم کے ذریعے اس کی عکاسی کر رہی تھی کہ اچانک پڑوس والے انکل کی گزشتہ دنوں میں کی گئی اسپیچ کے کچھ جملے اس کی سماعتوں کے دریچوں کو وا کرتے ہوئے ہتھوڑے برسانے لگے۔

''اقامت دین کے بلند نصب العین کے لئے کتاب الٰہی کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ہر ایک بستی میں اسلام کے پیغام کو عام کرنا ہوگا، ہم دنیا وآخرت کی سرخ روئی کے ذریعے ہی اپنے رب کی چاہتوں کے تخت وتاج بن سکتے ہیں، انہیں پیغام میں سے ایک پیغام نکاح کو آسان کرنا ہے، اسلام ایک فلسفہ حیات ہے جو زندگی کے ہر گوشے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔''

دوسری طرف جب شاذیہ کی ذہن کی اسکرین نے انکل کی عملی زندگی کے پردے کو چاک کیا تو انکل کی

اور کتنی سسکیاں گونجتی رہیں گی!

اولادیں بڑی بڑی یونیورسٹیز کا رخ کرتی ہیں اور مولانا انکل ان کی ڈگریوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے رطب اللسان رہتے ہیں اور امراء کی پریوں کے لئے اپنے بچوں کو طشت میں سجا کر پیش کردیتے ہیں اور رشتہ ازدواج کے منسلک کرکے اپنے سر کو فخر سے بلند کرتے ہوئے چادروں کو گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں، جب ان کے سامنے غریب سماج لب وا کرتے ہیں تو ان کو لوری سنا کر تھپکی دے کر سلا دیتے ہیں کہ اسلام نے حسب ونسب میں کفو ملحوظ رکھنے کی بات کی ہے، خوبصورت لڑکیوں سے شادی کرنے کی بات کی ہے۔

شاذیہ سوچنے لگتی ہے کہ اسلام نے تو دینداری کو ترجیح دینے کی بات کی ہے اور پھر اپنے حالات کا جائزہ لینے لگتی ہے تو اس کے دل حسرت کے لڈو کا پروانہ پیش کردیتا ہے تم امراء کا مقابلہ کرتی ہو، کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو تیلی؟

شاذیہ کو بھی دیکھنے کے لئے کئی ٹولیاں الگ الگ دنوں میں آچکی تھیں، ان کے سامنے دسترخوان سجائے جاتے جو مختلف لوازمات سے لبالب بھرپور ہوتے تھے، لوگ اشیاء خوردونوش سے محظوظ ہوتے پھر یہ کہہ کر چلے جاتے کہ ہم سوچ سمجھ کر بتائیں گے پھر دوسرے دن فون کی گھنٹی بجتی اور نفی کا پروانہ منڈلانے لگتا اور گھر کے ہر گوشے میں خاموشی اور غم کی کیفیت اپنا مسکن بنالیتی کیوں کہ یہ تو کنیاؤں کی متلاشی ہوتی ہیں۔لمحہ فکر یہ ہے کہ لڑکی کوئی بازار کے شوروم کی چپل تو نہیں کہ فٹ بیٹھے تو خریدلیں ورنہ بازار میں واپس کردیں۔

آخر شاذیہ کے والدین ایک دن نڈھال ہوتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے بیٹی! یہ دنیا ایک صحرا کے مانند ہے اس کے اہل رامی سنگ ہیں ہماری زندگی خاردار جھاڑیوں کے بیچ ہچکولے کھاتے ہوئے گزر رہی ہے، اب ہمت بھی جواب دیتے ہوئے منہ چڑا رہی ہے، ہم بااخلاق ہوتے ہوئے بھی بااخلاق نہیں ہیں کیوں کہ عصر الراہن میں بااخلاق اور اعلیٰ اخلاق کی مہر اور اپنے نام کے ٹھپے لگوانے کے لئے سرمایہ کا ہونا ضروری ہے، سرمایہ سے ضروریات کو خریدا جاسکتا ہے اور تہذیب سے آرزو کو، دونوں میں بڑا تضاد ہے لیکن کامیابی کا تمغہ دولت مند کے گلے میں پڑتا ہے اور غریبی اپنے ساتھ عیوب لے کر آتی ہے، بیٹی تم سمجھوتہ کرلو یہی تمہارا مقدر ہے کیوں کہ یہ سفید پوش اعلیٰ ڈگریوں کا تمغہ اپنے گلے میں قلادہ پہننے والے پریوں کے متلاشی ہوتے ہیں دولت کے پجاری و محبّ ہوتے ہیں تم ہمارے لئے پری ہو لیکن سماج کے لئے نہیں، یہ کہتے ہوئے وہ رک گئے۔

شاذیہ شاید اپنے لب وا کرتی لیکن اس کی زبانیں گنگ ہوگئیں، خواب بکھر گئے، ارمان جل گئے، آرزوؤں نے دم توڑ دیا، اس کو اپنا وجود بکھرتا ہوا نظر آیا، ایسا لگا جیسے اس کا خون کردیا گیا ہو، اس کی زبان سے

اور کتنی سسکیاں گونجتی رہیں گی!

صرف ایک جملہ نکلا"مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا"۔

جب نسیان کی گھڑی اپنے لب وا کرتی ہے اور منھ پھاڑ دیتی ہے اور یادوں کے دریچے اپنا پنکھ پھیلا دیتے ہیں تو پڑوس والی آنٹی کی باتیں اس کے دل پر رقص کرنے لگتی ہیں آپ کی شاذیہ خوبصورت تو نہیں کہ کوئی اعلیٰ ڈگری اور جاب والا شہزادہ ملے گا کیوں کہ یہ چیزیں خوبصورتی اور دولت کی مرہون منت ہیں، اسی لئے کہا تھا بیٹی کو تعلیم مت دلاؤ کوئی اعلیٰ خاندان گھاس نہیں ڈالے گا، شاذیہ سوچنے لگی تعلیم تو جینے کا سلیقہ سکھاتی ہے تعلیم حاصل کرنا تو فرض ہے پھر ایسا کیوں؟ اس کے آگے وہ کچھ نہیں سوچ سکی کیوں کہ اس کا ذہن مفلوج ہو جاتا ہے۔

یہ شاذیہ ہی کا نہیں نہ جانے کتنے لخت جگر کا قصہ ہے جو گمنامی کے صحرا میں آنسو بہاتی نظر آتی ہیں اور سماج ان کے ہاتھ میں خودکشی کا لڈو تھما دیتا ہے چاہے اس کی تصویر دریا برد کی ہو یا کوئی اور کیوں کہ بدصورتی اور غربت اپنے نام کے ٹھپے ان پر ثبت کر چکی ہوتی ہے اور سماج کے اعلیٰ طبقات میں تو صرف اور صرف دولت، شہرت حسن اپنے جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں دوسری طرف ان کے ارمانوں کا گلا گھونٹا گیا ہوتا ہے ان کی تمناؤں پر قدغن لگائی جاتی ہے اپنی آرزوؤں کو تیاگ دیتی ہیں اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔

کون اس کا درد بٹورے کون اس کی فریاد سنے
عورت لٹ کے روتی ہے تہذیب کے دوراہے پر

شاذیہ کے والدین یا اس طرح کی بچیوں کے والدین تو جھوٹ، فریب، دھوکے باز، عیار جیسی صفات سے متصف تو ہوتے نہیں ہیں، وہ تو صدق مجسم زبان کے پیکر ہوتے ہیں حقیقت حال سے واقف کرا دینا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ دوسری اور خاندان کی باتیں کچوکے لگاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرات جو تعلیم اور ڈگریوں کے نام پر ایک بدنما داغ ہوتے ہیں سماج کے لئے ناسور ہوتے ہیں، ان کی تعلیم ایک قلند ہے ان کی بڑی ڈیمانڈ ہوتی ہے، یہ دنیا کی زندگی تو چندروزہ ہے، یہ تو ایک سفر ہے پھر دولت کے پجاریوں کو اتنی ہوس کیوں؟ تعلیم تو انسان کو درد دل کا آئینہ بناتی ہے لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ آج ڈگریاں خریدی جاتی ہیں تاکہ انسان پیسے کمانے کی مشین بن جائے ذرا سوچیں خوب سیرت ہونا خوبصورت ہونے سے بہتر ہے، ذہین ہونا حسین ہونے سے بہتر ہے۔

"احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات"

جامعہ کے لیل ونہار

مولانا مصباح الباری فلاحی

جامعہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز

۲۳/مئی ۲۰۲۱ء سے جامعہ نے تمام اساتذہ کی حاضری طے شدہ ٹائم ٹیبل کے مطابق شروع کر دی ہے اور طلبہ ۲۴/مئی سے تجدید داخلہ کی کارروائی میں مصروف ہیں۔ جامعہ نے داخلہ وتجدید داخلہ کو حالات کے مطابق آن لائن اور آف لائن کی اجازت دے رکھی ہے تاکہ ہر ایک کو آسانی رہے۔ بیرونی طلبہ آن لائن داخلہ کی تجدید کرا رہے ہیں۔ ۱۰/جون ۲۰۲۱ تجدید داخلہ کی آخری تاریخ ہے۔ اسی طرح شعبۂ اعلیٰ کے لیے مقامی طلبہ آف لائن اور دور دراز کے طلبہ آن لائن داخلہ کرا رہے ہیں۔

۵/جون ۲۰۲۱ء بروز شنبہ جامعہ نے تعلیم کا آغاز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اساتذہ نے تجدید داخلہ اور نئے داخلے کی کارروائی اور کلاس فیس کی وصولی کے ساتھ اپنے اپنے پیریڈ کے واٹس ایپ گروپ بھی بنا لیے ہیں، تاکہ وقت پر تعلیم کا آغاز ہو سکے اور مہتمم تعلیم وتربیت جناب ڈاکٹر جاوید سلطان فلاحی، اساتذہ کے ہمراہ ایک میٹنگ بھی کر چکے ہیں۔

جامعہ میں بیک پیپر اور ضمنی امتحانات

گزشتہ سال جو طلبہ کسی بھی مضمون میں ضمنی ہو گئے تھے جامعہ نے انھیں ترقی دے کر اگلے درجے میں داخلہ کی اجازت دے دی ہے۔ اور یہ انتظامیہ کی طرف سے فیصلہ کیا گیا کہ ضمنی امتحانات یا بیک پیپر کے امتحانات کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ اسی طرح عربی اول کے کم زور طلبہ کی تعلیم کا آغاز ۲۶/مئی ۲۰۲۱ء سے آن لائن اور آف لائن کر دیا گیا ہے اور ضمنی امتحانات میں کام یاب ہونے کے بعد عربی دوم میں وہ داخلہ کے مجاز ہوں گے۔ عربی اول میں ضمنی آنے والے طلبہ اور کم زور طلبہ کا امتحان عید الاضحیٰ سے پہلے ہو جائے گا۔ کام یاب ہونے کی صورت میں ان کی کلاس الگ چلے گی اور ان کا سکشن الگ ہوگا، تاکہ ان کی تعلیم کا نقصان نہ ہو۔

اخبار انجمن

مولانا عبید اللہ طاہر فلاحی

انجمن کے نئے صدر کا انتخاب

۶،۷؍مارچ ۲۰۲۱ء کو انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی مجلسِ نمائندگان (برائے میقات ۲۰۲۱ء تا ۲۰۲۴ء) کا اجلاس جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوا، جس میں مولانا جاوید سلطان فلاحی کو کثرتِ رائے سے صدرِ انجمن منتخب کیا گیا۔

۳،۴؍اپریل ۲۰۲۱ء کو جامعۃ الفلاح کی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں مولانا جاوید سلطان فلاحی کو جامعہ کا مہتمم تعلیم وتربیت منتخب کیا گیا۔ اس کی وجہ سے ایک نئی صورت حال یہ پیدا ہوگئی کہ مولانا بیک وقت انجمن کے صدر اور جامعہ کے مہتمم ہوگئے، اور انجمن کے دستور (دفعہ ۱۶؍ج) کی رو سے ”انجمن کا کوئی ممبر بیک وقت انجمن اور جامعۃ الفلاح کے کسی عہدے کو قبول نہیں کرسکتا“۔ اس لیے اس نئی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انجمن کی مجلسِ شوریٰ کا ایک آن لائن اجلاس زوم پر ۱۱؍اپریل ۲۰۲۱ء کو منعقد کیا گیا۔ اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ نئے صدر کا انتخاب کرالیا جائے، چنانچہ انتخاب کرانے کے لیے ایک سہ رکنی ایڈہاک انتخابی کمیٹی تشکیل دی گئی:

۱۔ مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی (کنوینر)
۲۔ مولانا صباح الدین ملک فلاحی (ممبر)
۳۔ عبید اللہ طاہر فلاحی (ممبر)

اور یہ ہدایت کی گئی کہ کمیٹی تین ماہ کے اندر نمائندگان کا آف لائن اجلاس بلاکر نئے صدر کا انتخاب کرالے۔ انتخاب مکمل ہونے تک مولانا جاوید سلطان فلاحی کارگزار صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔

اس اجلاس کے فوراً بعد کرونا وائرس کی وبا نے مہلک رخ اختیار کرلیا اور متعدد فلاحی برادران کی رحلت کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ چنانچہ جب کمیٹی نے محسوس کیا کہ موجودہ حالات میں نمائندگان کا آف لائن اجلاس وقت پر منعقد ہو پانا مشکل لگ رہا ہے، تو اس ضرورت کا اظہار کیا کہ شوریٰ اس فیصلے پر نظر ثانی کرے اور موجودہ حالات کے پیش نظر آن لائن اجلاس منعقد کرنے کے امکانات پر غور کرے۔ اس لیے کمیٹی

نے شوریٰ کے واٹس اپ گروپ پر ارکانِ شوریٰ سے استصوابِ رائے کیا اور پھر صدرِ انجمن کی جانب سے ۲۸ر مئی ۲۰۲۱ء کو مجلسِ شوریٰ کا آن لائن اجلاس زوم پر بلایا گیا۔ اجلاس میں موجود ارکانِ شوریٰ کی آراء نیز انتخابی کمیٹی کے استصوابِ رائے میں موصول آراء کو شمار کرنے کے بعد کثرتِ رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ نئے صدرِ انجمن کا انتخاب آن لائن ہوگا۔ نیز یہ فیصلہ ہوا کہ آن لائن انتخاب کا طریق کار متعین کرنے کے لیے مجلسِ شوریٰ کا اگلا اجلاس ۳۰ر مئی ۲۰۲۱ء کو منعقد کیا جائے گا۔

۳۰ر مئی ۲۰۲۱ء کو منعقدہ آن لائن اجلاس میں انتخاب کے طریقِ کار اور لائحۂ عمل کے سلسلے میں انتخابی کمیٹی نے اپنی تجویز رکھی، جسے شوریٰ نے جزوی تبدیلیوں کے ساتھ منظور کرلیا۔

نیز یہ فیصلہ بھی کیا کہ اس تجویز کو منظوری کے لیے مجلسِ نمائندگان کے واٹس ایپ گروپ میں بھیجا جائے، اور دو دن کے اندر مجلسِ نمائندگان کے ہر رکن سے اس کی رائے معلوم کرلی جائے، اور رپورٹ شوریٰ کے سامنے پیش کی جائے۔

چنانچہ شوریٰ کے اس فیصلہ کے مطابق یکم جون ۲۰۲۱ء کو سکریٹری انجمن کی جانب سے ایک سرکلر مجلسِ نمائندگان کے نام جاری کیا گیا جس کے ساتھ آن لائن صدارتی انتخاب کا مجوزہ لائحۂ عمل منسلک تھا۔ سبھی ارکانِ مجلسِ نمائندگان سے گذارش کی گئی کہ آپ اپنی رائے دیں کہ آن لائن انتخاب کے حق میں ہیں یا آف لائن؟ نیز آن لائن کے حق میں ہونے کی صورت میں آپ مجوزہ انتخابی لائحۂ عمل کے سلسلہ میں کوئی مشورہ دینا چاہتے ہیں؟

گروپ میں رائے ارسال کرنے کے لیے دو دن (۱،۲ر جون) مختص کیے گئے۔ وقت گزرنے کے بعد موصول آراء کو شمار نہیں کیا گیا۔

مجلسِ نمائندگان کے ہر رکن سے رائے لینے کو یقینی بنایا گیا، جس رکن کی رائے گروپ پر موصول نہیں ہوئی اسے فون کرکے اس کی رائے لینے کی کوشش کی گئی۔

اس استصواب میں نمائندگان کی دو تہائی سے زیادہ اکثریت نے آن لائن کے حق میں رائے دی۔

تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

نمائندگان کی مجموعی تعداد: 106

رائے دہندگان: 105 (برادر احسان اللہ فہد فلاحی اللہ کو پیارے ہوگئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

موصول رائیں: 101، آن لائن کے حق میں: 70 (69.31%)

آف لائن کی حق میں: 29 (28.71%)

سکوت: 2 (1.98%)

چار ارکان کی رائیں موصول نہیں ہوئیں۔

اس کے بعد ۴؍جون ۲۰۲۱ء کو انتخابی کمیٹی کی جانب سے نمائندگان کے گروپ پر درج ذیل سرکلر جاری کر دیا گیا:

''انجمن کے نئے صدر کا آن لائن انتخاب ۶؍جون بروز اتوار صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ (سعودی عرب، کویت، قطر، امارات اور برطانیہ کے نمائندگان کے لیے یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ ان کا پہلا مرحلہ ۵؍جون کی رات ۱۰ بجے سے شروع ہو جائے گا۔)

انتخابی عمل تین مرحلوں پر مشتمل ہوگا:

پہلا مرحلہ: صدارت کے لیے ناموں کی تجویز۔ اس مرحلے میں ہر رکن صدر کے لیے جملہ فلاحیوں میں سے ایک نام تجویز کرے گا۔ فلاحیوں کی فہرست ساتھ میں ارسال کی جا رہی ہے۔

اس مرحلے کے لیے تین گھنٹے (۶؍جون، صبح ۸ تا ۱۱ بجے) مخصوص ہوں گے۔ ایک گھنٹہ کاؤنٹنگ کے لیے ہوگا۔ تمام نام جمع کر کے فہرست گروپ پر ڈال دی جائے گی۔ بالفرض کسی کا تجویز کردہ نام چھوٹ گیا ہو تو وہ اصلاح کے لیے اطلاع کرے گا۔

دوسرا مرحلہ: مجوزہ ناموں میں سے دو نام ترجیحی طور پر (ترجیحِ اول اور ترجیحِ ثانی کی صورت میں) منتخب کر کے ارسال کرنا۔ یعنی ہر رکن مجوزہ ناموں میں سے دو نام ارسال کرے گا۔

اس مرحلے کے لیے تین گھنٹے (۶؍جون، دوپہر ۱۲ تا سہ پہر ۳ بجے) مخصوص ہوں گے۔ دو گھنٹے کاؤنٹنگ کے لیے ہوں گے۔ وصول شدہ دونوں ترجیحی ناموں کو ملا کر کے شمار کیا جائے گا اور تین سب سے زیادہ ترجیحی ووٹ پانے والے ناموں کا اعلان گروپ پر کر دیا جائے گا۔

تیسرا مرحلہ: آخر میں ان تین ناموں میں سے کسی ایک نام کو اپنی حتمی رائے کے طور پر ارسال کرنا۔ اسی ووٹنگ کی بنیاد پر کسی کی صدارت کا فیصلہ ہوگا۔

اس مرحلے کے لیے تین گھنٹے (۶؍جون، شام ۵ تا رات ۸ بجے) مخصوص ہوں گے۔ ایک گھنٹہ کاؤنٹنگ کے لیے ہوگا۔ اِن شاءاللہ رات ۹ بجے گروپ پر نتیجے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

تینوں مرحلوں میں کاؤنٹنگ کے لیے کمیٹی سے باہر کے تین افراد کی خدمات لی جائیں گی۔ رائے شماری ٹیم کے سربراہ مولانا سلامت اللہ اصلاحی صاحب، معاونین: مولانا مصباح الباری فلاحی صاحب،

مولانا مبین اختر قاسمی صاحب۔

تینوں مرحلوں میں تجویز/ رائے/ ووٹ ارسال کرنے کے لیے دو نمبرات دیے جا رہے ہیں:

مولانا سلامت اللہ اصلاحی صاحب:9795417295

مولانا مصباح الباری فلاحی صاحب:8565954119

نمائندگان سے گزارش ہے کہ اپنی تجویز/ رائے/ ووٹ تحریری میسیج کے ساتھ ایک جملے میں آڈیو (صوتی) پیغام کی شکل میں بھی دیں اور دونوں مذکورہ نمبروں پر بھیجیں۔

یہ دونوں حضرات تجویزوں اور رایوں کو ایک ورقہ پر بروقت ضروری صراحت کے ساتھ نوٹ کرتے جائیں گے۔ آخر میں دوبارہ کاؤنٹنگ کو ایک دوسرے سے ملائیں گے اور کسی اشکال کے وقت مجوز یا ووٹر سے رابطہ بھی کریں گے۔

وقت کی پابندی کے ساتھ اپنی تجویز/ رائے/ ووٹ ارسال کریں۔ وقت ختم ہونے کے بعد موصول ہونے والی رایوں کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

اِس تحریر میں اوقات ISN یعنی انڈین وقت کے مطابق درج ہیں، دیگر ممالک میں موجود ارکان اپنے ٹائم زون کے لحاظ سے اپنے اوقات نوٹ کرلیں۔

ہماری کوشش اور خواہش یہ ہے کہ مجلسِ نمائندگان کے ہر رکن سے رائے لینے کو یقینی بنایا جائے، اس لیے اس کی اطلاع انتخاب شروع ہونے سے قبل ہر ایک تک پہنچائی جائے گی، لیکن انتخابی عمل شروع ہو جانے کے بعد اظہارِ رائے کی ذمہ داری نمائندگان کی ہوگی، کمیٹی یا رائے شماری ٹیم کی جانب سے کسی رکن سے اس کی رائے کے حصول کے لیے واٹس ایپ، میسیج یا فون کے ذریعے رابطہ نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو بہتر نتیجے تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔''

حسبِ اعلان ۶ رجون ۲۰۲۱ء کو تین مراحل میں ووٹنگ کا عمل مکمل ہوا، جس کی تفصیلات اس طرح ہیں:

پہلا مرحلہ ناموں کی تجویز کا تھا، اس مرحلے میں کل ۸۵ نمائندگان کی رائیں موصول ہوئیں اور کل انیس (۱۹) ناموں کی تجویز آئی۔

دوسرے مرحلے کے لیے اِن ۱۹ ناموں کا گروپ پر اعلان کردیا گیا۔ ناموں کی ترتیب الفبائی رکھی گئی تاکہ انتخاب پر اثر نہ پڑے۔ نمائندگان سے کہا گیا کہ ان ۱۹ ناموں میں سے دو ترجیحی ناموں کا انتخاب

کریں۔اس مرحلے میں کل ۹۰ نمائندگان کی رائیں موصول ہوئیں، جن کو شمار کرنے کے بعد تین سب سے زیادہ ترجیحی ووٹ پانے والے ناموں کا اعلان گروپ پر کر دیا گیا۔ یہ تین نام درج ذیل تھے (الفبائی ترتیب سے):

۱۔ابوالاعلیٰ سید سبحانی

۲۔انعام اللہ، دہلی

۳۔عبدالبر اثری

تیسرے اور آخری مرحلے کے لیے نمائندگان سے اِن تین ناموں میں سے ایک کے حق میں صدر کے لیے حتمی رائے ارسال کرنے کے لیے کہا گیا۔اس مرحلے میں کل ۹۵ نمائندگان کی رائیں موصول ہوئیں۔ ہر ایک کو حاصل ہونے والے ووٹوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ابوالاعلیٰ سید سبحانی: 38 ووٹ

۲۔انعام اللہ، دہلی: 36 ووٹ

۳۔عبدالبر اثری: 21 ووٹ

اس طرح کثرتِ رائے سے **برادر ابوالاعلیٰ سید سبحانی فلاحی** صدرِ انجمن منتخب کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو استقامت کی توفیق دے، آمین

ذمہ دارانِ انجمن قطر یونٹ کی میٹنگ

۲۰ مئی ۲۰۲۱ء کو بعد نمازِ مغرب ۷ بجے قطر یونٹ کے ذمہ داران کی ایک میٹنگ بعض اہم امور پر حلقہ رفقاء ہند کے مرکز میں ہوئی، جس میں درج ذیل امور طے پائے:

(۱) انجمن کی الماری کو بروقت مطیع الرحمٰن حنیف صاحب کے پرانے گھر میں ہی رہنے دیا جائے، البتہ اس میں موجود فائلیں اور اسٹیشنری کے سامان نکال کر ذمہ داران اپنے پاس رکھ لیں۔

(۲) مرکز میں موجود جامعۃ الفلاح کے لیے ہدیہ کی گئی کتابوں کو ناظم جامعہ سے مشورے کے بعد جامعۃ الفلاح بھیج دیا جائے۔

(۳) جامعۃ الفلاح سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک عمومی شکریے کا خط (اُردو اور انگلش میں) تیار کر کے قطر یونٹ کو بھیج دے، جسے تمام محسنینِ جامعہ کو ان کے تعاون کی رسید کے ساتھ پہنچا دیا جائے۔

(۴) یونٹ کے خازن عبدالعزیز شہادت فلاحی صاحب مستقل طور پر اپنا چارج سنبھال لیں اور

فلاحی برادران سے ربط کر کے ان سے یونٹ کے لیے ماہانہ تعاون کے لیے گفتگو کریں۔

اپیل: تمام فلاحی برادران مقیمین قطر سے درخواست ہے کہ وہ اپنے حالات اور ظروف کے اعتبار سے یونٹ کے لیے ماہانہ تعاون کی رقم طے کر کے خازن کے ذاتی واٹس اپ نمبر (55470048) پر مطلع کر دیں۔ اگر کسی بھائی کے حالات بروقت اس کی اجازت نہ دیتے ہوں وہ بھی اس سے خازن کو آگاہ کر دیں۔

(۵) فلاحیوں کے درمیان ربط کو مزید بہتر بنانے کے لیے چار گروپ بنا دیا جائے اور ہر گروپ کا لیڈر اپنے گروپ کے فلاحیوں سے ربط میں رہے اور اگر کسی کے شخصی بیانات اور کوائف میں کوئی تبدیلی یا تجدید کی ضرورت ہو تو اس کے متعلق سکریٹری انجمن قطر یونٹ کو مطلع کر دے تاکہ لسٹ کو برابر اپڈیٹ کیا جاتا رہے۔

(۶) یونٹ کی جانب سے مرکز حلقہ رفقاء ہند کو ماہانہ سو ریال تعاون دیا جائے گا۔ مبلغ کے متعلق مستقبل میں حالات کے لحاظ سے مزید غور کیا جا سکتا ہے۔

(۷) برادر افضال احسن فلاحی صاحب نے رمضان المبارک میں جامعۃ الفلاح کے لیے کی گئی کوششوں کی ایک مختصر اپڈیٹ سے آگاہ کیا جو قابلِ اطمینان ہے۔

(۸) استاد جامعہ کے مد میں تعاون کرنے والے فلاحیوں کی ایک میٹنگ منعقد کی جائے جس کے وقت و تاریخ کی تعیین بعد میں کی جائے گی۔ (نیاز احمد فلاحی، سکریٹری قطر یونٹ)

شعبۂ ابتدائی کے استاد جناب رضی صاحب کی رحلت

جامعہ کے شعبۂ ابتدائی کے استاد جناب محمد رضی صاحب ۲۷/اپریل ۲۰۲۱ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ مرحوم کی ۱۱/ مارچ ۱۹۹۸ء میں جامعہ میں تقرری ہوئی تھی۔ کئی سال تک طیبہ منزل کے نگراں کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیے اور ۲۰۲۱ء میں آپ ریٹائرڈ ہوئے۔ تقریباً ۲۳/سال تک جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دی۔ مرحوم ایک خوش مزاج انسان تھے۔ ہمیشہ ہر ایک کو صبر کی تلقین کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، تہجد گزار تھے اور پابندی سے فجر کی اذان خود دیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

With best compliments from

ADHAM ALI

Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

JARIDA HAYAT-E-NAU
JUNE - 2021

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. VI Issue - VI

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے

ایک قابل اعتماد ادارہ

الہند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیو ڈاٹا ہمیں بھیج دیجیے......اور

دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجیے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910